ISSN:3007-3324 (P) Tashkeel-e-Jadeed Volume:3, Issue:2, January to June 2026
ISSN-3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

☆ڈاکٹر طالب ہاشمی

مقبوضہ کشمیر میں فکرِ اقبال کی ترویج واشاعت: بشیر احمد نحوی کی علمی و فکری خدمات

Promotion and Dissemination of Iqbal's Thought in Occupied Kashmir: The Scholarly and Intellectual Contributions of Bashir Ahmad Nahvi

Abstract: This study examines the promotion and dissemination of Allama Muhammad Iqbal's thought in Occupied Kashmir with special reference to the scholarly and intellectual contributions of Bashir Ahmad Nahvi. Iqbal's philosophy of selfhood (Khudi), spiritual awakening, dynamic faith and socio-political consciousness has played a vital role in shaping modern Muslim intellectual discourse. In the specific context of Occupied Kashmir—marked by political uncertainty, cultural challenges and identity struggles the reception and interpretation of Iqbal's thought acquire deeper significance. Bashir Ahmad Nahvi emerges as a prominent scholar who devoted his intellectual energies to introducing, interpreting, and contextualizing Iqbal's philosophy for Kashmiri society. Through his research writings, critical essays, lectures and institutional engagement, Nahvi contributed substantially to the growth of Iqbal Studies in the region. His scholarly approach is characterized by clarity of expression, ideological commitment, and contextual relevance, enabling Iqbal's ideas to resonate with the lived realities of Kashmiri Muslims. The paper highlights how Nahvi not only explained Iqbal's philosophical concepts but also linked them with issues of cultural identity, moral regeneration, and intellectual resistance. By employing a descriptive and analytical methodology, the study evaluates Nahvi's major works and academic efforts, demonstrating how his interpretations helped popularize Iqbal's message among students, researchers, and the educated public of Kashmir. This research argues that Bashir Ahmad Nahvi played a decisive role in transforming Iqbal's thought from a purely literary-philosophical discourse into a living intellectual force within Kashmiri society. His contributions strengthened the tradition of Iqbal Studies in Occupied Kashmir and ensured the continuity of Iqbal's intellectual legacy under challenging socio-political conditions. The study ultimately underscores Nahvi's significance as a mediator between Iqbal's universal philosophy and the specific Historical and cultural context of Kashmir.................................

☆ پوسٹ ڈاکٹریٹ فیلوشپ اسکالر، اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد Email:drtalibhashmi@gmail.com

Keyword: Bashir Ahmad Nahvi, Promotion of Iqbal's Thought, Occupied Kashmir, Islamic Philosophy, Intellectual History

اُنیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کا عہد اُردو شعر و ادب کے لئے نہایت زرخیز عہد ثابت ہوا ہے۔ اس عہد میں چند ایسی نابغہ روزگار شخصیات نے جنم لیا۔ ان میں سے چند ایسے اصحاب فہم و دانش بھی تھے جنھوں نے نہ صرف ادب بل کہ برصغیر کی تاریخ کے دھارے کا رخ بھی تبدیل کر دیا۔ ان صاحب فکر و نظر میں علامہ اقبال جیسی شخصیت قابل ذکر ہے۔ وہ بیک وقت ایک مفکر، فلسفی، دانش ور اور مصلح ہیں۔ رُوئے زمین پر یقیناً مقبوضہ کشمیر ایک ایسا خطۂ بے نظیر ہے جس کے مناظرِ فطرت اور محاسن قدرت نے سیکڑوں سخن وروں کو اپنی بے مثال رعنائی و زیبائی سے اپنی طرف متوجہ بھی اور مسحور بھی کیا ہے۔ عہد حاضر کی مادی اور دنیوی کشمکش، نفسا نفسی اور خود بینی کی عجیب صورت حال میں خطۂ مقبوضہ کشمیر میں آج بھی چند روشن دماغ شخصیات جو اقبال شناس ہیں حیات ہیں جو سادگی، تنہائی اور انتہائی یکسوئی کے اُمت مسلمہ کی شاندار تاریخ کے اوراق کو عصری ضرورتوں کے مطابق سنوارنے اور سجانے میں مصروف عمل ہیں جن میں معروف اقبال شناس بشیر احمد نحوی اپنی مثال آپ ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں علامہ اقبال کی معنویت کی وجہ سے اُن کا نسلاً ہی نہیں بل کہ اقبال اصل میں فرزندِ کشمیر ہی ہیں۔ علامہ اقبال کی اپنی زندگی میں کشمیر اور مسائل کشمیر کی جو معنویت عیاں رہی ہے اُسے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد بیان کرتے ہیں:

> "اقبال اور کشمیر کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ محب کون ہے اور محبوب کون ہے؟ ذرا مشکل سی بات ہے۔ دونوں طرف یکساں جذبۂ محبت بل کہ جذبۂ عشق نظر آتا ہے"۔(۱)

یہی وجہ ہے کشمیر میں علامہ اقبال کی شاعری اور فکر و عمل کے اثرات قبول کرنے کے ساتھ اقبال فہمی اور اقبال شناسی کی ابتدا اُن کی حیات میں ہوئی۔ اس سلسلے میں منشی محمد دین فوق، منشی سراج الدین، چودھری خوشی محمد ناظر، غلام احمد مہجور، خلیفہ عبد الحکیم اور عبد الاحد آزاد جیسے ادبا اور شعرا السابقون الاولون کا درجہ رکھتے ہیں۔ اقبال فہمی اور اقبال شناسی کے حوالے سے باضابطہ تحریک برصغیر کی آزادی کے کئی برس بعد شروع ہوئی۔ مقبوضہ کشمیر میں اقبال شناسی کی روایت کو زندہ رکھنے میں جن غیر مُسلم ادیبوں اور شاعروں نے تقسیم ہند کے بعد ایک کلیدی رول ادا کیا ہے۔ مطالعۂ اقبال ایک شعبہ کی حیثیت اختیار کر گیا اور بعض ناقدین اور محققین کی توجہ کا مرکز بنا۔ اُنھوں نے اسی شعبہ کے مطالعات پر اپنی زندگی کا بیش تر حصہ صرف کر دیا۔ بشیر احمد نحوی کا نام بھی ایسے ہی چیدہ چیدہ اقبال شناسوں میں شامل ہے جن کی عمیق نظری، اقبال فہمی، بصیرت افروزی اور دیدہ وری مطالعاتِ اقبال میں دَرخشاں ہے۔ بشیر احمد نحوی مقبوضہ کشمیر میں اقبال شناسی کے ایک متحرک اقبال شناس کے طور پر سرفہرست ہیں۔ اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اُنھوں نے اسی شعبہ کو زندگی کا اوڑھنا اور بچھونا بنایا۔ اُنھوں نے اقبال شناسی میں اقبالیاتی سرمائے میں اپنی تالیفات، تصانیف اور متعدد مضامین لکھے تا کہ مقبوضہ کشمیر میں فکرِ اقبال کو فروغ ملے۔ مقبوضہ کشمیر میں فکرِ اقبال کو فروغ دینے کے لیے بشیر احمد نحوی مباحثوں، لیکچروں اور سیمیناروں سے اضافہ کرتے رہے۔ جس سے بہت فائدہ ہوا اور لوگوں کا رجحان اقبال کی طرف ہونا شروع ہوا۔

علامہ اقبال کی شہرۂ آفاق شخصیت کے ساتھ تقریباً ایک صدی پر محیط اہالیان کشمیر کی عقیدت اور فرطِ محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عوامی سطح پر درجنوں نئی کالونیوں، محلّوں، مسجدوں، بازاروں، گلیوں، پن بجلی پروجیکٹوں اور شاپنگ کمپلیکسوں کے نام اقبال سے موسوم ہیں اور اسی

ISSN:3007-3324 (P) Tashkeel-e-Jadeed Volume:3, Issue:2, January to June 2026
ISSN-3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

طرح متعدد اسکولوں، علمی اداروں، لائبریریوں اور لیبارٹریوں کے نام بھی علامہ سے منسوب ہے۔ سرکاری سطح پر کشمیر یونی ورسٹی میں اقبال انسٹی ٹیوٹ اور سینٹرل لائبریری علامہ اقبال کی ذات سے منسوب ہیں۔ ہند و پاک کے اہم علمی مراکز اور شخصیات کی طرف سے ہر سال کوئی نہ کوئی کتاب اقبال کے فن و فکر سے متعلق منظر عام پر آتی رہتی ہے۔ کشمیر میں نامساعد سیاسی حالات کے باوجود گذشتہ دس برسوں میں اقبال انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے کئی اہم کتابیں، مجموعہ مقالات اور "اقبالیات" چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں علامہ محمد اقبال کو جو شہرت عطا ہوئی اس کی اصل وجہ ان کا فن و فکر نہیں بل کہ ان کی میراث ہے۔ کشمیر کی عوام کو اقبال پر ہمیشہ فخر رہا ہے۔ برصغیر کے ہر حصے سے زیادہ کشمیر کے عوام الناس نے انھیں گلے سے لگایا۔ اقبال کی کشمیر نوازی کا علم ہمیں جہاں شاعری سے ملتا ہے وہیں ان کے خطوط سے بھی ہوتا ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں اقبالیات کے ارتقا میں رسائل وجرائد اور اخبارات کا کردار مثالی تھا۔ ۱۹۴۸ء میں پہلی یونی ورسٹی معرض وجود میں آئی جس کا نام "کشمیر یونی ورسٹی" ہے۔ "کشمیر یونی ورسٹی" میں اقبالیات کے ارتقا پر پہلا لیکچر ہوا جب اقبال ہندوستان میں شجر ممنوعہ کی طرح تھے۔ اس پہلے لیکچر کے متعلق ڈاکٹر محمد اسد اللہ وانی بیان کرتے ہیں۔

> "۱۹۵۳ء میں شیخ عبد اللہ کی وزارت عظمیٰ کے دوران اور اُن کی فرمائش پر جموں وکشمیر میں علامہ اقبال کے متعلق پروفیسر آل احمد سرور نے کشمیر یونی ورسٹی میں لیکچر دیا۔" (۲)

مقبوضہ کشمیر میں جگن ناتھ آزاد نے اقبالیات کے ارتقا پر ایک منزل اس وقت طے کی جب 27 اکتوبر 1973ء میں پہلی دفعہ سری نگر میں اقبال نمائش کا اہتمام کیا گیا۔ اقبال نمائش میں شیخ عبد اللہ نے بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائی۔ اس اقبال نمائش میں ہندوستان کے بہت سے اداروں نے خصوصی تعاون کیا۔ جن میں مندرجہ ذیل یونیورسٹیاں پیش پیش تھیں۔ دہلی یونی ورسٹی لائبریری، عثمانیہ یونی ورسٹی لائبریری حیدر آباد، کشمیر یونی ورسٹی لائبریری سری نگر، مولانا ابوالکلام آزاد لائبریری، خدا بخش لائبریری پٹنہ، جموں یونی ورسٹی لائبریری جموں، اقبال اکیڈمی حیدر آباد، ڈائریکٹوریٹ آف انفارمیشن جموں وکشمیر اور جموں وکشمیر اکیڈمی آف آرٹ اینڈ کلچر۔ 1973ء میں وادی کے ادبا اقبال کے تعلق سے "اقبال میموریل ٹرسٹ" کا قیام عمل میں لائے جسے بعد میں "بزم یادگار اقبال" میں بدل دیا گیا اور 1974ء میں یہ صرف "بزم اقبال" رہ گئی۔ مقبوضہ کشمیر میں فروغ اقبالیات کے لیے مقبوضہ کشمیر کی حکومت نے ایک کمیٹی بنائی۔ اس کمیٹی کے سربراہ شیخ عبد اللہ مقرر ہوئے۔ اِس کمیٹی کا مقصد اقبال صدی تقریبات کے موقع پر مقبوضہ کشمیر میں سوانح عمری اور اقبال کے کلام کی مصوّری کے مقابلے کا انعقاد کروایا جائے گا۔ اس کمیٹی نے 1977ء میں مقبوضہ کشمیر میں اقبالیات (فکرِ اقبال) کو فروغ دینے کے لیے اہم کردار ادا کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ریاستی کلچرل اکیڈمی نے اقبال صدی تقریبات کو منعقد کرنے میں دل چسپی کا اظہار کیا ہے۔ اقبال صدی تقاریب کے دوران ریاستی کلچرل اکیڈمی نے مقبوضہ کشمیر میں فکرِ اقبال کے فروغ میں اور اس کے پیغام کو عام کرنے کے لیے چند اہم اقدامات کیے ہیں۔

- مقبوضہ کشمیر میں فکرِ اقبال کو فروغ دینے کے لیے اقبال مباحثے منعقد کیے گئے۔ اقبال مباحثوں کا دائرہ وادی کشمیر تک ہی محدود رہا۔ ان مباحثوں نے نوجوان طلبہ کو اقبال کے مُطالعہ کی نئی جہات سے روشناس کرایا۔
- مقبوضہ کشمیر میں اقبال پر مبنی ایک موسیقی کا مقابلہ بھی منعقد ہوا۔ اقبال صدی تقریبات کو ایک نئی جہت عطا کرنے کے لیے کلچرل اکیڈمی نے اہم کردار ادا کیا۔

ISSN:3007-3324 (P) Tashkeel-e-Jadeed Volume:3, Issue:2, January to June 2026
ISSN-3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

- عوام کے ایک اور طبقے کو علامہ اقبال کے کلام سے روشناس کرانے کے لیے جموں اور کشمیر میں طرحی مشاعروں کا انعقاد کیا گیا۔
- اقبال صدی تقریبات کا دائرہ وسیع کرنے اور اقبال کا پیغام دوسری زبانوں کے قارئین تک پہنچانے کے لیے کلچرل اکیڈمی نے اقبال کا منتخب اُردو اور فارسی کلام ریاست کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کروایا۔
- اقبال کے پیغام کو فروغ دینے کے لیے کلچرل اکیڈمی نے کشمیر سے متعلق اقبال کے اشعار کو رنگوں میں پیش کرنے کے سلسلے میں ایک مصوری کے ایک مقابلے کا انعقاد کیا۔
- اقبال کی شاعری اور اُن کے افکار و نظریات کا ایک نئے تناظر میں مطالعہ کرنے کی خاطر کلچرل اکیڈمی نے اقبال تقریبات کے دوران اقبال سے متعلق جموں وکشمیر میں سیمیناروں کا انعقاد کیا گیا۔
- کلچرل اکیڈمی کے پروگرام میں اقبال کے فن اور کے علاوہ اُن کے کشمیر کے تعلق کو خصوصی طور پر اجاگر کیا۔ مقبوضہ کشمیر کے لوگ بھارت کی قید میں ضرور ہیں لیکن علامہ اقبال کی کو ہر خاص وعام آدمی تک پہنچانے میں مصروف ہیں۔1977ء میں سری نگر کے مشہور علمی ادارے کشمیر یونی ورسٹی میں پہلی اقبال چیئر کا قیام عمل میں آیا۔

کلام اقبال اُردو اور فارسی کا بنظرِ غائر مطالعہ کر کے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اقبال نے دنیا کے مختلف اماکن و مقامات کا ذکر کیا ہے۔ ان مقامات میں کشمیر وہ منفرد مقام ہے، جس کا اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں تذکرہ کیا گیا ہے جب کشمیر میں اقبال کی فکر کا ہر طرف چرچا تھا۔ "جاوید نامہ" میں ایک سو گیارہ اشعار کشمیر کے تناظر میں لکھے گئے ہیں اور پیامِ مشرق میں دو نظمیں بہ عنوان "کشمیر" اور "ساقی نامہ" تحریر کی گئی ہیں اور دونوں اس خطۂ ارضی کے فقیدُ المثال حُسن وجمال کی عکاسی کرتی ہیں۔"زبورِ عجم" کی حکیمانہ انداز میں تحریر شدہ غزلوں میں بھی کشمیر کا ذکر ملتا ہے اور ان مقامات پر خیابانِ کشمیر کے حسن سے شاعر اپنی وابستگی کا اظہار کرتا ہے۔ بیس اشعار پر مشتمل "ساقی نامہ" "نشاط باغ میں لکھا گیا منظر نگاری کا ایک دلکش مرقع ہے۔ نظم میں سرسبز وشاداب ماحول کی عکس بندی کی گئی ہے اور رنگ ونور کی مختلف کیفیتوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ حُسنِ فطرت سے بے پناہ لگاو رکھنے والے شاعر نے "ساقی نامہ" میں ان تمام عناصر کو یکجا کیا ہے۔

"پیامِ مشرق" میں کشمیر کے حوالے سے دوسری نمایندہ مختصر نظم "کشمیر" کے زیر عنوان لکھی گئی ہے، جو صرف چھے اشعار پر مشتمل ہے اور ایک بار پھر شیدائی فطرت اقبال وادیٔ گل کے کوہساروں، سبزہ زاروں اور آبشاروں کی سحر انگیز کیفیت سے محظوظ دکھائی دیتا ہے۔ دو ہفتے کے قیام کشمیر اور اس زمانے میں ذرائع آمد و رفت اور سڑکوں کی خستہ حالی اقبال کو کشمیر کے حسین ترین مقامات دیکھنے میں مانع ثابت ہوئی ہوگی۔ مقبوضہ کشمیر کے اہم علمی مراکز اور شخصیات کی طرف سے ہر سال کوئی نہ کوئی کتاب اقبال کے وفلسفہ سے متعلق منظرِ عام پر آتی رہتی ہے۔ کشمیر میں نامساعد سیاسی حالات کے باوجود گذشتہ دس برسوں میں اقبال انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے کئی اہم کتابیں، مجموعۂ مقالات اور "اقبالیات" کے شمارے چھپ کر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

اکیسویں صدی کے آغاز میں جب ستمبر 2001ء میں نائن الیون کا واقعہ پیش آیا تو امریکی صدر بش کا خبث باطن یوں ظاہر ہوا کہ اس نے اس کو صلیبی جنگ قرار دے کر مسلمانوں کے خلاف ایک نہ ختم ہونے والی جنگ چھیڑ دی جو بعد ازاں اسلامی فوبیا کے نام سے اہل مغرب کے ذہنوں میں رچ بس گئی اور ہر جگہ مسلمانوں کے خلاف یلغار کی جانے لگی اور ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جانے لگے۔ کشمیر میں قابض بھارتی افواج نے نہتے کشمیری مسلمانوں

پر فرقہ وارانہ ریاستی ظلم وجبر کی انتہا کر دی۔ پیلٹ گنوں، بموں، جگہ جگہ تلاشی کے ناکوں، گھروں کو بموں سے اڑانے اور جلانے، حتیٰ کہ تدفین کے لیے لے جائی جانے والی موتوں کے جلوسوں پر اندھا دھند فائرنگ کر کے ان کی زندگیوں کو اجیرن کیا جانے لگا۔ یوں وہ اپنی طرف سے کشمیروں کی آزادی کی منزل کو دور کرنے لگے اور دنیا کا اجتماعی ضمیر سوتا رہا۔ لیکن ایک معجزہ یہ ہوا کہ ظلم وستم کی یہ طویل رات کشمیریوں کے دلوں سے آزادی کی تڑپ اور ولولے کو ختم نہ کر سکی کیوں کہ وہاں فکرِ اقبال کی شمع روشن تھی جس کی وجہ سے ان کے دلوں سے آزادی کا ولولہ اور تڑپ نہ چھینی جا سکی۔ اقبال شناسی اور اقبال فہمی کے فروغ سے، رسائل وجرائد میں چھپنے والے مضامین سے کشمیریوں میں وسعتِ نظر پیدا ہوئی۔ سیاست اور معاشرت میں بہتری اور فکر وشعور میں انقلاب آیا۔ نوجوانوں میں اخلاقی تہذیب وتطہیر کے ساتھ ساتھ آزادی حاصل کرنے کا جذبہ ایک شعلے کی طرح دلوں میں بھڑکنے لگا۔

"ہندوستان کی تقسیم کے موقع پر انسانی انتقال آبادی کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر فرقہ وارانہ قتل و غارت گری اور تباہی کا سانحہ پیش آیا جس نے پوری انسانیت کو لرزا کے رکھ دیا۔ ستم بالائے ستم اس دوران ہندوستان نے شاعر مشرق علامہ محمد اقبال جیسے بلند قامت عالم گیر قدروں کے حامل شاعر کے کلام اور خیالات پر قدغن عائد کر دی جو قوم کی ذہنی نشوونما کے لیے نقصان دہ اور خطرناک ثابت ہو سکتی تھی لیکن روشنی کو کون قید کر سکا ہے خوش بو کو پھیلنے سے کون روک سکا ہے۔ دراصل ہندوؤں کو اقبال کی ذات اور اس کے آفاقی پیغام سے چڑ اور بدگمانی تھی۔"(۳)

اگرچہ مقبوضہ کشمیر کے عوام عرصہ دراز سے قابض ہندو فوج کے تشدد اور ظلم وستم کو برداشت بھی کر رہے ہیں لیکن ان کے سینے پیغامِ اقبال کی روشنی سے منور ہیں جس کی وجہ سے ان کی آزادی کی تڑپ اور مزاحمت دم نہیں توڑ رہی۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی رقم طراز ہیں کہ:

"کشمیر میں علامہ اقبال کی پسندیدگی کی وجہ صرف ان کا آفاقی وانقلابی پیغام ہی نہیں بل کہ خود اقبال بھی ہیں جو کشمیری الاصل ہیں، فرزندِ کشمیر ہیں لہٰذا برصغیر اور دُنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ اہلِ کشمیر کو اپنے سپوت علامہ اقبال پر بجا طور پر فخر وناز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر میں اقبال کی شاعری اور فکر وعمل کے اثرات کی قبولیت اور اقبال شناسی اور اقبال فہمی کا آغاز خود ان کی زندگی میں ہی ہوا۔"(۴)

بشیر احمد نحوی اقبال اور اقبالیات کے ایسے شیدائیوں میں سے ہیں جنھوں نے اس شعبہ کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک بنایا ہے۔ اس شعبہ میں ٹھوس علمی اور ادبی خدمات سے قبل وہ ایک دہائی سے گھر گھر، گلی گلی، گاؤں، گاؤں، نگر نگر، مسجد مسجد اقبال کے پیغام کو پہنچانے میں سرگرم عمل تھے۔ کشمیر میں اقبال اکادمی کی داغ بیل ڈالنے والوں میں پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کا نام سرفہرست ہے۔ اس راہ کے بیچ کئی رکاوٹیں بھی آئیں لیکن نحوی کی قوتِ عشق اور عزم بالجزم نے ان کے ارادوں کو کبھی متزلزل نہیں ہونے دیا۔ موجودہ دور میں مقبوضہ کشمیر میں اقبال شناسی کی جو صورتِ حال ہے اُس کے بارے میں ڈاکٹر بدر الدین بٹ کہتے ہیں:

"قومی دھارے میں شامل کشمیر کی سیاسی جماعتیں ہوں یا مزاحمتی تحریکوں سے وابستہ تنظیمیں، سبھی اپنے اپنے طریقے سے اقبال کی عزت واحترام کرتے ہیں۔ کشمیر کے دانش وَر و شعرا ہوں یا علما و ادبا،

صوفیاو مبلغین ہوں یا عاشقانِ رسول ﷺ سب کو اقبال سے جذباتی لگاؤ ہے اور ان کی فکر و دانش اور پیغام کو عام کرنے کے لیے ہمیشہ کوشش کرتے رہتے ہیں۔"(۵)

فروغ اقبالیات میں جموں کشمیر میں اقبالیات، اسلام اور زبان اُردو کی ترویج اور خدمت کا سہرا جن خاندانوں کے سر ہے۔ان میں نحوی خاندان بھی شامل اور ممتاز ہے۔ دینِ اسلام کی سربلندی، فکرِ اقبال کی تفہیم اور اُردو زبان کی ترویج میں اس خاندان نحوی کی خدمات حرفِ جلی میں لکھی جائیں گی۔ اِس لیے دینِ اسلام، فکرِ اقبال اور زبانِ اُردو کو فکرِ نحوی کا مثلث گردانا گیا ہے اور یہ ایک دُوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اس خاندان کے بزرگوں نے علم و ادب کی آبیاری کر کے تشنہ نفوس کی پیاس بجھائی ہے۔ وادی کشمیر کے ضلع اسلام آباد(اَنت ناگ) کے تاریخی قصبے بجبہاڑہ میں نحویوں کا ادبی گھرانہ ہے۔ جو گزشتہ دوصدیوں سے تبلیغ دین کا کام احسن طریقے سے سرانجام دے رہا ہے۔ بشیر احمد نحوی کا تعلق بھی اسی علمی و ادبی گھرانہ سے تھا۔ ان کے والد خواجہ غلام حسن نحوی اپنے دَور کے مبلغ دین اور ممتاز مدرس تھے۔ جن کے بارے میں ڈاکٹر پیر نصیر احمد عازم لکھتے ہیں۔

"خواجہ غلام حسن نحوی بجبہاڑہ، اسلام آباد کے ایک عظیم علمی و ادبی گھرانے کے ایسے چراغ تھے۔ جنھیں بیک وقت اُردو، عربی اور فارسی زبانوں پر مہارت تامہ حاصل تھی کہ وہ کشمیری زبان کے علاوہ عربی اور فارسی میں طبع آزمائی کرتے تھے"۔(۶)

بشیر احمد نحوی فکریاتِ اقبال کے حوالے سے مختلف موضوعات پر اپنی تحقیقی سرگرمیوں میں منہمک ہیں۔ اُنھوں نے مُطالعاتِ اقبال کو عام قاری تک پہنچانے کے لیے اقبال کے پیغام کو سادہ اور عام فہم انداز میں پیش کرنے کا بندوبست کیا۔ اُنھوں نے فروغِ اقبالیات میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اقبالیات سے اُنھیں اتنی دل چسپی ہے کہ ان کے دونوں فرزند ڈاکٹر وسیم اقبال نحوی اور ڈاکٹر ظفر اقبال نحوی نے پی ایچ۔ڈی اقبالیات کی ڈگریاں حاصل کی ہوئی ہیں۔ دونوں کے موضوعات بھی اقبالیات پر ہیں۔ ڈاکٹر وسیم اقبال نحوی نے 2019ء میں یونی ورسٹی آف کشمیر حضرت بل سری نگر سے بعنوان "کلام اقبال کے تہذیبی و تاریخی تناظرات کا تجزیاتی مُطالعہ: نوتاریخیت کے حوالے سے" مقالہ لکھا۔ اس تحقیقی مقالہ کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ بشیر احمد نحوی کے دوسرے فرزند ڈاکٹر ظفر اقبال نحوی نے بابا غلام شاہ بادشاہ یونی ورسٹی راجوری، جموں وکشمیر سے 2021ء میں "علامہ اقبال کے نظامِ فکر میں عہد ساز شخصیات (ایک تحقیقی مطالعہ)" کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ ڈی اقبالیات کی ڈگری حاصل کی۔ بشیر احمد نحوی کی دونوں صاحبزادیوں نجمہ صنوبر اور مصباح فاطمہ کو بھی اقبالیات میں بہت دل چسپی ہے۔ اقبالیاتی ادب کے ساتھ بشیر احمد نحوی کی خود اپنی شناسائی کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"اقبال کے فکر و نظر اور کلام کے ساتھ میرا تعلق بچپن سے ہی اُستوار اور والد کی گہری اقبال شناسی کے سبب پائیدار رہا اور آج بھی اقبال کا کوئی فارسی شعر جسے سمجھنے میں دقت آجاتی ہے تو والد سے پوچھتا اور وقت چند لمحوں کی وضاحت سے دُور ہو جاتی ہے"۔(۷)

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کا خاندان کئی نسلوں سے تبلیغ دین کے کاموں میں مصروف رہا ہے بل کہ فکرِ اقبال کے فروغ میں ان کی خدمات گراں قدر ہیں۔ ان کی خدمات کا یہ سلسلہ جاری و ساری ہے اور رہے گا۔ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کو علامہ اقبال کی ذات سے عشق تھا۔ اِسی وجہ سے اُنھوں

نے اقبالیات میں تخصص حاصل کیا اور اس قدر ذوق و شغف سے اس شعبے میں کام کیا کہ زندگی کا جزوِ لاینفک بنالیا۔ اس طرح محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اقبال کے پیغام کو ہر جگہ پہنچانے کو وہ عبادت یا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں۔ تقریباً ایک عشرہ تک وہ اس کام میں سرگرمِ عمل رہے۔ کشمیر میں اقبال اکیڈمی کے قیام کے وہ اولین داعیوں میں سے تھے۔ اس راستے میں کئی مشکلات اور رکاوٹیں بھی پیش آئیں لیکن ان کی عزیمت اور مصمم ارادے میں کبھی لغزش نہیں آئی اور بالآخر وہ کشمیر یونی ورسٹی سری نگر میں اقبال اکیڈمی بنانے میں کامیاب ہوگئے۔ اس کے بعد وہ کشمیر یونی ورسٹی شعبۂ اُردو میں لیکچرار مقرر کیے گئے۔ پھر اُنھیں اقبال انسٹی ٹیوٹ میں بحیثیت اُستاد کام کرنے کا موقع ملا۔ یہاں وہ ترقی کرتے کرتے شعبۂ اقبالیات کے ڈائریکٹر بن گئے۔ بعد ازاں اوپن میرٹ پر وہ پروفیسر کے عہدے پر تعینات ہوگئے۔ پھر اسی شعبۂ کے دوبارہ ڈائریکٹر مقرر کر دیے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ جنوبی کیمپس کشمیر یونی ورسٹی کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے بھی اپنی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کی زندگی احترامِ آدمیت کے نصب العین پر قایم ہے جو دراصل قرآنی حکم ولقد کرمنا بنی آدم (سورۃ الاسراء) ہی کی توسیع ہے۔ اُنھوں نے اپنی زندگی کے ادبی سفر میں ہم عصروں سے اثر قبول بھی کیا اور اُنھیں متاثر بھی کیا۔ اُنھوں نے جب اس دشت کی سیاحی میں قدم رکھا تو پھر اسی کے ہو کے رہے۔

فروغِ اقبالیات میں بشیر احمد نحوی کی اختصاصات اُس وقت عیاں ہوئیں جب اُنھوں نے شعبۂ اقبالیات کی صدارت سنبھالی تو پھر ہر لحہ اقبال کی بصیرت کو عام کرنے میں جت گے پھر اور کوئی عشق نہ کیا۔ اُنھوں نے یونی ورسٹی میں اقبال اور اقبالیات پر کئی سیمینار، مباحث، مذاکرات اور لیکچرز کا اہتمام کیا جس میں نہ صرف ریاست جموں و کشمیر کے اصحابِ علم و دانش بل کہ بیرونِ ملک سے بھی اقبالیات کے ماہرین کو مدعو کیا جاتا رہا۔ بشیر احمد نحوی کی اقبالیات کے مُستقبل کے حوالے سے ہمیشہ سے یہ آرزو رہی ہے کہ ریاست میں فکرِ اقبال کا ابلاغ اور ان کے کلام کی تشہیر مشنری جذبے سے کی جائے تا کہ معاشرے میں تبدیلی آئے۔ بشیر نحوی نے اپنے ہم عصر ساتھیوں کے ساتھ مل کر شعبۂ اقبالیات کے دائرہ کار کو بڑھایا اور اپنی زندگی بھی اس کام اور اس فکر کی ترسیل و ابلاغ میں لگادی۔ فکرِ اقبال کو عام کرنے کے لیے لوگوں تک پہنچانے کے لیے اُنھوں نے علامہ اقبال کے پیغام کو عام فہم انداز میں پیش کیا۔ مقبوضہ کشمیر میں بشیر نحوی نے تمام عمر اپنی تصانیف اور عمل کے ذریعے کلامِ اقبال اور فکرِ اقبال کی اہم قدروں جیسے احترامِ آدمیت، اُخوت، ایثار، جدوجہد اور عمل، جذبہ، صداقت و شجاعت کی تشہیر اور فروغ کے لیے کام کیا اور اپنے لوگوں کے دِلوں میں طاغوت کے خلاف جدوجہد، مزاحمت اور مدافعت کی شمع روشن کردی۔ مقبوضہ کشمیر میں جب کبھی اقبالیاتی ادب کی تاریخ اور ترویج و اشاعت کا ذکر ہوگا وہاں بشیر احمد نحوی کا نام ضرور لیا جائے گا۔ وہ نہ صرف کلامِ اقبال کے حافظ کے طور پر جانے جاتے ہیں بل کہ اپنی تحریر و تقریر سے عام آدمی کے دل میں کلامِ اقبال و پیغامِ اقبال کی جوت جگانے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔

بشیر احمد نحوی ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی طبیعت میں ہم دردی، سادگی، خلوص اور محبت موجود ہے۔ اُن کے قول و فعل میں مُطابقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی بطور مدرس اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ان کا پڑھایا ہوا سبق نقش بر سنگ ہو جاتا ہے اور اپنا دیرپا اثر چھوڑ جاتا ہے۔ راقم الحروف نے بشیر نحوی کے کئی طلبا و طالبات سے بذریعہ واٹس ایپ، ای میل، ٹیلی گرام یا میسنجر تدریسی خصوصیات کے حوالے سے پوچھا کہ وہ بطور مدرس کیسے ہیں؟ تو زیادہ تر اسکالرز سے یہ جواب ملا کہ بشیر احمد نحوی کی شخصیت کی طرح ان کی مدرسی اپنی مثال آپ ہے۔ بشیر احمد نحوی اقبال کی شخصیت سے اور کلامِ اقبال سے بہت متاثر تھے اس لیے اُنھوں نے اقبال کے مطالعے کو اپنی زندگی کا شعار بنالیا۔ بشیر نحوی مدرس اقبالیات ہیں۔ جو

بھی اقبالیات کا موضوع زیر بحث ہو اُسے کلام اقبال سے مزین کرنے کا ہنر بخوبی جانتے ہیں۔ وہ تحریر میں ایسی تاثیر پیدا کرتے ہیں کہ حُسن کی سحر کاری میں قاری کھو جاتا ہے اور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ عبارت یا شعر اسی موقع اور موضوع کے لیے کہے گئے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کو اقبال فہمی کی جانب متوجہ کرنے والے ان کے والد غلام حسن نحوی ہی تھے جن کی علمی و ادبی بصیرت سے بشیر نحوی فیض یاب ہوئے۔ اُنھیں علامہ اقبال سے اس قدر عشق ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ عشق ان کی گھٹی میں پڑا ہے۔ بشیر احمد نحوی کو علامہ اقبال کے کلام سے بہت محبت ہے۔ ان کی شخصیت اور شاعری سے خاص لگاؤ ہے۔ بشیر احمد نحوی سے علامہ اقبال کے بارے میں پوچھا گیا کہ اقبال کیسے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری کیسی ہے؟ اس ضمن میں بشیر احمد نحوی کے الفاظ ان کے فرزند ڈاکٹر وسیم اقبال نحوی یوں بیان کرتے ہیں:

"میرے نزدیک علامہ اقبال اُردو شعرا میں سب سے زیادہ قد آور شاعر ہیں جو مُسلمہ طور ایک بڑے شاعر ہیں۔ اقبال ہی اُردو کے وہ واحد شاعر ہیں جو اپنے قاری کے وجدان کو اسی طرح متاثر کرتے ہیں جس طرح شیکسپیئر، ملٹن، دانتے، فردوسی یا تلسی داس۔ جہاں تک اُردو شعرا کا تعلق ہے اس ضمن میں اقبال کے سوا دُوسرا نام نظر نہیں آتا"۔(۸)

بشیر احمد نحوی کی دلی خواہش تھی کہ عام لوگوں تک نہ صرف کلام اقبال کا فیض پہنچے بل کہ ان کا فکر بصیرت بھی عام ہو جائے تا کہ ان کی خوابیدہ رُوح بیدار ہو کر زندگی کے اعلیٰ نصب العین اور احترام آدمیت کو پالے۔ علامہ اقبال جیسی شخصیت قوموں کی زندگی میں کبھی کبھار ہی پیدا ہوتی ہے۔ علامہ اقبال مُسلم ملی تاریخ کے ہزار سالہ دور کے وہ رجل عظیم ہیں جنھوں نے مُسلم اُمہ کے مذہبی، سیاسی، سماجی اور عصری مسائل کی سنگینی کا ادراک کرتے ہوئے انھیں متحد ہونے کا پیغام دیا ان میں ایک نئی رُوح پھونک دی۔ بشیر احمد نحوی نے اقبالیات کے شعبے میں اس قدر سرگرمی اور خلوص سے کام کیا کہ وہ جلد ہی ریاست میں اقبال شناسی کے حوالے سے سب سے بڑے اور متحرک کارکن کے طور پر جانے پہچانے جانے لگے۔ انھوں نے اقبالیات ہی کو اپنا اوڑھنا، بچھونا بنالیا اور اپنی کتابوں، تصنیفات، تالیفات اور مضامین سے نہ صرف اقبالی ادبی سرمائے میں اضافہ کیا بل کہ سیمناروں، مباحثوں اور توسیعی لیکچروں کے ذریعے طلبہ اور عوام الناس کو اقبال کے پیغام سے روشناس کرایا۔ بشیر احمد نحوی کی تحریروں سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ وہ فکر اقبال کا درست ابلاغ چاہتے ہیں اور ساتھ ہی اُن کا یہ بھی خیال ہے کہ ناقدین نے شعوری یا غیر شعوری طور پر اقبال کی شخصیت یا فن کے کسی ایک ہی پہلو کو مد نظر رکھ کر ان کو بطور شاعر یا بطور فلسفی ثابت کرنے کے لیے جو خامہ فرسائی کی ہے اس سے اقبال کی ہمہ جہت شخصیت کو ضعف پہچانے کی کوشش کی گئی ہے جو کسی طور مناسب نہیں۔ ان کا کہنا ہے اقبالؒ کے بارے میں تحقیق کے لیے ان کی شخصیت کے ہمہ جہت پہلوؤں کو مدِ نظر رکھ کر گوہر مقصود تلاش کرنا چاہیے۔

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی محقق اقبالیات ہیں۔ ان کو علامہ اقبال کے کلام میں رجائی انداز نظر آتا ہے جو پژمردگیوں، مایوسیوں اور غمناکیوں پر افسوس کرنے کے بجائے قاری کے دل میں رجائیت کی شمع روشن کرتا ہے۔ اُمید کی کرن روشن کرتے ہوئے آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ بشیر احمد نحوی بطور محقق اقبالیات اسی جذبے کو لوگوں تک پہنچانے میں کوشاں ہیں۔ جو پریشانیوں اور دُنیاوی دُکھوں میں روشنی کی کرن بن کر سامنے آتا ہے اور روشن مستقبل کی نشان دہی کرتا ہے۔ ڈاکٹر ریاض توحیدی کشمیری اپنے اُستاد پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کی بطور محقق اقبالیات ان کی علمیت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب آپ درس کے دوران شعر اقبال کے تمام پہلوؤں پر تحقیقی اور تنقیدی بصیرت کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ درج بالا خصوصیات اقبال شناسی، اقبال فہمی اور بطور محقق اقبالیات کے لیے بنیادی لوازمات تصور کیے جاتے ہیں"۔(۹)

علامہ اقبال کا کلام غور و تفکر کی دعوت دیتا ہے۔ اسی دعوت کو بشیر احمد نحوی بطور محقق اقبالیات پر عوام و خواص تک پہنچانا چاہتے ہیں تاکہ اقبال کے کلام کی فکر سے عوام و خواص نہ صرف محظوظ ہوں بل کہ احترام آدمیت کے قانون سے بھی واقف ہوں۔ اقبالیات کا دائرہ اور مُطالعہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ چناں چہ اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ اقبال اور اقبالیاتی ادب کی زبان، سہل، عام فہم اور روز مرہ ہو۔ تاکہ عام لوگ کلامِ اقبال کی رنگا رنگیوں اور لطافتوں سے محظوظ ہوں۔ موجودہ پر آشوب عہد میں پیغامِ اقبال کی افادیت بڑھتی جا رہی ہے۔ کیوں کہ ہمارا معاشرہ قدروں سے خالی ہوتا جا رہا ہے۔ انسانیت دم توڑ رہی ہے۔ احترامِ آدمیت کا قانون پامال ہوتا جا رہا ہے اور ہر طرف بے اعتمادی، افراتفری، اور بے مروتی کے نظارے دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ بشیر نحوی نے بطور محقق اقبالیات اپنا سفر اس وقت بھی جاری رکھا جب مقبوضہ کشمیر کے حالات بہت نازک تھے اور علمی و ادبی تقریبات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ ان کے علمی و ادبی کارنامے اتنے عظیم ہیں کہ وہ زندگی بخش امکانات سے بھرپور ہیں۔ بطور محقق اقبالیات بشیر احمد نحوی کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو سب سے منفرد مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ مستقبل میں اب بھی ان سے بہت اُمیدیں وابستہ ہیں۔ اس وقت بھی مقبوضہ کشمیر میں حالات بہت کشیدہ ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی بطور محقق اقبالیات خدمات جاری ہیں۔ بل کہ اُن کے دونوں بیٹوں کی فروغ اقبالیات میں خدمات پیش پیش ہیں۔

اقبالیات ایسا موضوع نہیں جس پر سرسری مطالعہ کے بعد خامہ فرسائی کی جائے۔ یہ ایک جامع موضوع اور اُردو ادب کا ایک خاص شعبہ ہے جس پر طبع آزمائی کے لیے گہرے مطالعے، عمیق مشاہدے، حافظے کے ساتھ ساتھ خلوص، زبان دانی، برمحل و برجستہ لفظوں کی فراوانی اور جستجو کا ہنر چاہیے بصورت دیگر اقبال کے بارے میں وہی غلط فہمیاں اور ابہام پیدا ہونے کا احتمال رہتا ہے جس کا شکار ہمارے چند ناقدین ہوئے ہیں۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے بشیر نحوی نے خود اپنے مطالعے کو وُسعت دی۔ اُنھوں نے عربی، فارسی اور انگریزی ادبیات کا بغور مطالعہ کیا حتیٰ کہ ماخذات اقبال تک رسائی حاصل کی۔ اس کے باوجود اقبال کی عظمت اور تبحر علمی کے سامنے انھیں اپنی کم مائیگی کا احساس تھا۔ مجلّہ کسی بھی سرکاری یا نیم سرکاری ادارے کا ایک خاص جزو ہوتا ہے اور یہ نہ صرف اُس ادارے کی ترجمانی کرتا ہے بل کہ ادارے کے قیمتی سرمائے کو بھی محفوظ کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس طرح مقالہ نگاروں کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے جب کہ دُوسری جانب ریسرچ سکالرز کی بھی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اقبال انسٹی ٹیوٹ کے قیام کے چار برس بعد ایک ادبی مجلّہ "اقبالیات" کے عنوان سے جاری کیا گیا۔ مجلّہ "اقبالیات" کا پہلا شمارہ دسمبر 1981ء میں شائع ہوا۔ اقبال شناسی کی مجلّاتی صحافت میں ادبی مجلّہ "اقبالیات" نے نہایت تھوڑے وقت میں اپنی پہچان بنالی۔ پچیس واں شمارہ دسمبر 2018ء میں منظر عام پر آیا۔ اس مجلّے کی ادارت اقبال انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹرز انجام دیتے رہے ہیں۔ مجلّہ "اقبالیات" بنیادی طور پر اقبال کے فکر بصیرت کو عام کرنے کے علاوہ رجحانات، مسائل اور نئی جہتوں پر مبنی تجزیاتی اور تحقیقی نوعیت کے مقالہ جات کے لیے خاص طور پر ترتیب دیا گیا ہے۔

مجلّہ "اقبالیات" کے زیر ادارت مجموعی طور پر 25 شمارے شائع ہوئے۔ ان میں پروفیسر آل احمد سرور کے دورِ ادارت میں 4 شمارے، پروفیسر محمد امین اندرابی کے زیر نگرانی 7 شمارے، پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کے دور میں 9 شمارے، ڈاکٹر تسکینہ فاضل کی ادارت میں 3 شمارے اور ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی کے زیر ادارت 2 شمارے شائع ہوئے۔ اس طرح مختلف ادوار میں ان اہل علم و دانش کی ادارت میں مجلّہ "اقبالیات" نے علمی و فکری روایت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ بادی النظر میں ہم اسے بشیر احمد نحوی کی انکساری اور عاجزی کا نام دے سکتے ہیں جو ہر بڑے آدمی کا خاصہ ہے لیکن اس بات میں تو کوئی دوسری رائے نہیں کہ ریاست میں وہ اقبالیات میں ایک بلند مقام کے حامل ہیں۔ اگر کہا جائے کہ وہ اقبال پر اتھارٹی ہیں تو ایسا بے جا نہ ہوگا۔ اقبالیات میں ان کی خدمات کے سبھی معترف ہیں۔ پروفیسر بشیر نحوی بطور مدیر مجلّہ "اقبالیات "2000ء سے 2016ء تک فرائض سر انجام دیتے رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل شماروں کا جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

فہرستِ شمارہ جات کے مطابق مجلّہ "اقبالیات" کے دستیاب شمارے مختلف ادوار میں شائع ہوتے رہے۔ مارچ 2000ء میں شمارہ نمبر 12، جنوری 2001ء میں شمارہ نمبر 13 اور فروری 2002ء میں شمارہ نمبر 14 اقبال انسٹی ٹیوٹ، یونی ورسٹی آف کشمیر، سری نگر سے شائع ہوئے۔ بعد ازاں فروری 2005ء، 2006ء، اور 2007ء میں بالترتیب شمارہ نمبر 16، 17 اور 18 منظر عام پر آئے، جبکہ 2008ء میں شمارہ نمبر 19 شائع ہوا۔ ادارے کے نام میں تبدیلی کے بعد 2011ء میں اقبال انسٹی ٹیوٹ آف کلچر اینڈ فلاسفی، کشمیر یونی ورسٹی، سری نگر کے زیر اہتمام شمارہ نمبر 20 شائع کیا گیا۔ بعد ازاں 2016ء میں اسی ادارے کی جانب سے شمارہ نمبر 23 شائع ہوا۔ یہ شمارے کشمیر میں اقبالیاتی مطالعات کے فروغ اور اقبال شناسی کی علمی روایت کے تسلسل کی نمائندگی کرتے ہیں۔

مجلّہ اقبالیات، شمارہ نمبر 12، دو حصوں پر مشتمل "اقبالیات" کا بارہواں شمارہ بارہ مارچ، 2000ء کو اقبال انسٹی ٹیوٹ آف کلچر اینڈ فلاسفی کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ پہلے حصے میں سات مضامین شامل ہیں جب کہ دوسرے حصے میں 9 نومبر 1998ء کو اقبال انسٹی ٹیوٹ کے زیر انتظام منعقد ہونے والے طرحی مشاعرے کی روداد کا حال قلمبند کیا گیا ہے جس میں مقبوضہ کشمیر سے تعلق رکھنے والے دس شاعروں کا کلام پیش کیا گیا تھا۔ اس مجلّے کے مدیر اور مرتب پروفیسر بشیر احمد نحوی ہیں، جو اقبال انسٹی ٹیوٹ کے ادارے کے ڈائریکٹر بھی ہیں۔ اس شمارہ کے اداریے میں اقبال انسٹی ٹیوٹ کی کارکردگی پر تفصیل سے بات کی گئی ہے اور زیر نظر شمارے میں اقبالیات کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔

مجلّہ اقبالیات، شمارہ نمبر 13، زیر نظر شمارہ "اقبالیات" پروفیسر بشیر احمد نحوی کی ادارت میں جنوری 2001ء، اقبال انسٹی ٹیوٹ سرینگر نے شائع کیا۔ مجلّہ میں پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کے پیش لفظ کے علاوہ سات مقالات شامل ہیں۔ مجلّہ میں شامل مقالات کے انتخاب کے بارے میں پروفیسر بشیر احمد نحوی لکھتے ہیں کہ اس مجلّہ میں ان مقالات نے جگہ بنائی ہے جو گزشتہ سال کے مضمون نویسی کے ایک مقابلے کے لیے موصول ہوئے تھے، چار مقالہ نویسوں جس کا عنوان "اکیسویں صدی میں فکرِ اقبال کی معنویت" تھا۔ اس مقابلے میں جو مضامین دوسرے مضامین سے بہتر پائے گئے انھیں ہی اس مجلّے میں شامل ہونے کا اعزاز ملا۔ دیباچے کے آخر میں پروفیسر بشیر احمد نحوی نے ریاست اور بیرون ریاست کے قلم کاروں، اقبال شناسوں سے اور عاشقانِ اقبال سے اپیل کی کہ وہ اپنی تحریریں، مقالے، مضامین اور منظوم تخلیقات مجلّہ اقبالیات میں چھپوائیں تاکہ عاشقانِ اقبال کے ساتھ ساتھ عامۃ الناس بھی اقبال کے کلام اور فکر سے مستفید ہو سکیں۔

مجلّہ اقبالیات، شمارہ نمبر 14، اقبالیات۔ شمارہ نمبر 14، اقبال انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام پروفیسر بشیر احمد نحوی کی ادارت میں فروری 2002ء میں شائع ہوا۔ اس مجلّہ میں پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کے پیش لفظ کے علاوہ فکر اقبال کے حوالے سے گیارہ مقالات شامل ہیں۔ مجلّہ میں ڈاکٹر بشیر احمد نحوی نے پیش لفظ میں افسوس ناک خبر بھی قلم بند کی ہے کہ اقبال انسٹی ٹیوٹ سری نگر کے سابق ڈائریکٹر محمد امین اندرابی مورخہ 29 دسمبر، 2001ء کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے تھے۔

مجلّہ اقبالیات، شمارہ نمبر 16، مجلّہ اقبالیات کا تازہ ترین شمارہ نمبر سولہ (16) نئے موضوعات، نئے افکار اور نئی سوچ لے کر اقبال انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام پروفیسر بشیر احمد نحوی کی ادارت میں فروری، 2005ء میں شائع ہوا۔ یہ شمارہ 2004ء میں شائع ہونا تھا مگر کچھ مجبوریوں کی بنا پر ایک برس کی تاخیر کے بعد شمارہ منظر عام پر آیا۔ اس مجلّے کے سر ورق پر چار علمی و ادبی شخصیات جو مجلس ادارت میں (پروفیسر عبد الحق، ڈاکٹر تسکینہ فاضل، محمد اعجاز اشرف، شہناز اقبال قریشی) شامل ہیں ان کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں۔ شمارہ کا اداریہ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی نے خود لکھا۔ شمارہ میں چودہ مقالات شامل ہیں۔ اس شمارے میں ایک خاص بات ہے پہلی بار پاکستان سے تعلق رکھنے والے اقبال شناس پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا مقالہ "اقبالیاتی ادب (اُردو): ایک مختصر مُطالعہ "شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مزید مقالوں میں "علامہ اقبال اور علی شریعتی کے تصوراتِ فن و ادب: ایک تقابلی جائزہ" از پروفیسر قاضی عبید الرحمان ہاشمی، "داؤدِ ثانی حضرت اقبال" از مرزا عارف بیگ، "اقبال اور رواداری کا نظریہ" از پروفیسر مرغوب، "اقبال کے کلام میں "حیدر" اور اس سے وضع کی گئیں اصطلاحیں" از محمد بدیع الزمان، "بیسویں صدی میں اسلامی نشاۃِ ثانیہ اور اقبال" از ڈاکٹر سید عبد الباری، "شورش کاشمیری کی شاعری پر فکرِ اقبال کے اثرات" از پروفیسر بشیر احمد نحوی، "حیات، دستور العمل اور علامہ اقبال" از رسول پونپر، "اُردو ادب پر اقبال کے اثرات" از ڈاکٹر تسکینہ فاضل، "اقبال اور تصورِ ولایت: ایک مُطالعہ" از سید محمد فضل اللہ، "چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں" از سید مجید اندرابی، "عصر حاضر خاصہ ء اقبال گشت" از ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی، "فکرِ اقبال میں تصورِ شعر" از محمد اعجاز اشرف شاہ، "از اں مے فشاں قطرہ بر کشیری" از ایس۔ اقبال قریشی شامل ہیں۔

مجلّہ اقبالیات، شمارہ نمبر 17، زیرِ نظر شمارہ اقبال انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام پروفیسر بشیر احمد نحوی کی ادارت میں فروری 2006ء میں شائع ہوا۔ اس مجلّہ "اقبالیات" میں پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کے پیش لفظ کے علاوہ 14 مقالات شامل ہیں۔ یہ شمارہ بھی دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں اقبال پر لکھے ہوئے معروف ادیبوں کے مقالے ہیں جب کہ دوسرے حصے میں مشہور شاعر حکیم منظور کی شاعری اور ان کے فکر و فن پر لکھے گئے مقالات شامل ہیں۔ پروفیسر بشیر احمد نحوی نے اداریے میں مجلّے کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ اقبال کی فکر اور اُن کے نورِ بصیرت کو عام کرنا اور اس کے ذریعے اعلیٰ اقدار کی بازیافت ہی مجلّے کا مطمع نظر اور مطلوب و مقصود ہے۔ علاوہ ازیں پروفیسر بشیر احمد نحوی ایسے تمام اداروں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو اقبالیاتی ادب کے پھیلاؤ اور تشہیر میں مصروف ہیں۔ ان کے خیال میں یہ ادارے بھوپال، حیدر آباد، کیمبرج اور کشمیر میں کام کر رہے ہیں۔ حصہ دوم جس قابلِ فخر شاعر کے فکر و فن پر مشتمل ہے اس کا نام حکیم منظور ہے۔ بشیر احمد نحوی ان کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"حکیم منظور کشمیر کے نمایندہ اُردو شاعر ہیں جن کے اشعار ذہانت، متانت، قدرتِ بیان اور ترکیب سازی کے جملہ محاسن موجود ہیں اور کشمیر کی ہوا اور فضا اور اس وادئ گلپوش کے مظاہر و منظر کی اعلیٰ شعری تصویر کشی موجود ہے۔(۱۰)

شمارے کے پہلے حصے میں جن اربابِ دانش کے مضامین شاملِ اشاعت ہیں، ان کے نام پروفیسر عبدالحق، پروفیسر علی احمد فاطمی، محمد بدیع الزمان، پروفیسر ڈاکٹر تسکینہ فاضل، پروفیسر ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی، ڈاکٹر محمد اعجاز اشرف، ایس اقبال قریشی اور پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی ہیں۔ جیسے کہ اوپر درج کیا جا چکا ہے کہ حصہ دوم "گوشۂ منظور" کے نام سے ہے۔ اس میں وہ مقالات شامل کیے گئے ہیں جو دراصل 30 جولائی 2005ء کو منعقدہ ایک جلسے میں پڑھے گئے تھے۔ ان اصحابِ قلم میں پروفیسر مرغوب بانہالی، پروفیسر قدوس جاوید، سید اسد اللہ آفاقی اور پروفیسر نحوی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

مجلّہ اقبالیات، شمارہ نمبر 18، اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی، حضرت بل، سرینگر سے فروری 2007ء کو یہ شمارہ پروفیسر بشیر احمد نحوی کی زیرِ ادارت شایع ہوا۔ اس مجلّہ "اقبالیات" میں ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کے پیش لفظ کے علاوہ مجلّے میں بارہ مضامین شامل ہیں۔ اقبالیات کا یہ شمارہ فکرِ اقبال کے متنوع گوشوں پر ابھرتے اور سلجھے ہوئے دانش وروں، ادیبوں اور اقبال شناسوں کے مقالات کا مجموعہ ہے۔ دانش وروں میں پروفیسر عبدالحق، محمد بدیع الزمان، پروفیسر قدوس جاوید، پروفیسر بشیر احمد نحوی، پروفیسر نظام دین، پروفیسر تسکینہ فاضل اور ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی شامل ہیں۔ دیباچے میں پروفیسر بشیر احمد نحوی کہتے ہیں:

> "اقبال کے کلام میں قدیم و جدید، مشرق و مغرب اور روایت و اجتہاد کا ایسا امتزاج پایا جاتا ہے جس کو پیر و جوان، ادھیڑ و کم عمر سبھی لوگ پسند کرتے ہیں۔ اقبال کا ذہن جدید و قدیم خیالات و نظریات کی آمیزش سے بنا ہے اسی لیے اقبال نے مردِ مومن کے تصور میں دورِ جدید کے انسان کا ایسا تصور پیش کیا ہے جو طاقت ور اور توانا بھی ہو اور ساتھ ساتھ ذہین و متین بھی"۔ (۱۱)

مجلّہ اقبالیات، شمارہ نمبر 19، ڈاکٹر بشیر احمد نحوی نے مجلّہ "اقبالیات" شمارہ نمبر انیس (19) مرتب کیا۔ یہ مجلّہ "اقبالیات" 2008ء میں شایع ہوا۔ یہ شمارہ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کے پیش لفظ کے علاوہ چودہ مقالات پر مشتمل ہے۔ اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی، سرینگر کے زیرِ اہتمام شایع ہوا۔ جنھوں نے شمارے کے آغاز میں تخنی عنوان کے تحت جدید دور میں علم و دانش اور علمی ترقی کے پیشِ نظر اقبال کے کلام کی معنویت اور ان کے پیغام کو قدر و قیمت کا حامل قرار دیا ہے۔ بشیر نحوی کے مطابق اس ساری کشمکش کے دور میں کلامِ اقبال اور فکرِ اقبال روحانی آسودگی کا سبب بھی ہے۔ مجلّے میں شامل مضامین اور ان کے لکھنے والوں کا جہاں تک تعلق ہے وہ سبھی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور فکرِ اقبال کے خوشہ چین ہیں۔ ان میں سے اکثر نے تحقیق کے بعد معرکہ آرا مقالے قلم بند کیے ہیں۔ ان میں ڈاکٹر ارتضیٰ کریم، ڈاکٹر علی احمد فاطمی اور ڈاکٹر الطاف انجم کے علاوہ باقی سب براہِ راست فکرِ اقبال سے منسلک ہیں۔ پروفیسر بشیر نحوی کا مضمون "ایک دانش نورانی" کے نام سے زیرِ نظر مجلّے میں شامل ہے۔ دانش نورانی کا عنوان بالِ جبریل کی ایک غزل کے مطلع سے لیا گیا ہے۔ بشیر احمد نحوی اقبال کے حوالے سے دانش کی دو اقسام: دانش نورانی اور دانش برہانی کی وضاحت کرتے ہوئے حدیثِ رسولِ مقبول ﷺ کا حوالہ دیتے ہیں جس میں مومن کی فراست سے ڈرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں پروفیسر نحوی نے مضمون میں اقبال کی فارسی تصنیف جاوید نامہ سے وہ مکالمہ بھی درج کیا ہے۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:

"اقبال کے پورے کلام میں دانش نورانی کے مظاہر.... کہیں ..... صحابہ کبار کے جذبۂ قربانی، شجاعت، اولیا و مشائخ کے قصص و واقعات اور معرفتِ ذات کے نمائندوں کی سیرت پاک سے مزین ہے۔"(۱۲)

مجلّہ اقبالیات، شمارہ نمبر20، پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کی صدارت میں "اقبالیات" کا یہ بیسواں شمارہ دو برس تاخیر سے فروری 2011ء میں شایع ہوا۔ اس شمارے میں پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کے پیش لفظ کے علاوہ فکرِ اقبال کے متنوع گوشوں پر ابھرتے اور سلجھے ہوئے پندرہ ادیبوں کی نگارشات (مقالات) شامل ہیں۔ گذشتہ بیس برسوں میں اقبالیاتی فکر سے وابستہ معروف شخصیتیں اس دار فانی سے کُوچ کر گئیں اور اس طرح اقبال کے افکار کی اشاعت و ترویج کا کام نئے ادیبوں؛ جو اس سال ناقدوں اور اقبال کے ان شیدائیوں کے حصے میں آگیا ہے جو ادب کے مختلف دبستانوں سے وابستہ ہیں تاہم اقبال کے فکر و نظر سے بھی اُن کا تعلق قایم و دائم ہے۔

زیرِ نظر شمارے میں علامہ اقبال کے فکر و فن کے مختلف پہلوؤں پر متعدد علمی و تحقیقی مقالات شامل ہیں۔ ان میں پروفیسر عبد الرحمٰن کا مضمون "شعرِ اقبالؒ پر ہندوستانی فلسفے کے اثرات"، پروفیسر بشیر احمد نحوی کا "اقبال کا ارمغانِ حجاز (فارسی): رسولِ عربی ﷺ کی سرزمین کا تصوراتی سفرنامہ"، پروفیسر محمد صادق کا "اقبال کے چند شخصیاتی معروضی تلازمے" اور پروفیسر علی احمد فاطمی کا "اقبال شاعرِ رنگین نوا۔۔۔ ایک جائزہ" شامل ہیں۔ اسی طرح پروفیسر تسکینہ فاضل کا "خودی شیر مولا جہاں اس کا صید"، ڈاکٹر فرید پربتی کا "اقبال اور اصلاحِ سخن کی روایت"، ڈاکٹر محمد اجمل کا "اقبال کا تصورِ علم اور مذہبی واردات (خطبات کی روشنی میں)" اور ڈاکٹر بدر الدین بٹ کا "اقبال کی معنویت۔۔۔ چند ابعاد" بھی قابلِ ذکر ہیں۔ مزید برآں ڈاکٹر مشتاق احمد اور ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی کے مضامین "عہدِ جدید میں دانشورِ اقبال کی معنویت" اور "دانشورِ اقبال کی عصری معنویت" کے عنوان سے شامل ہیں، جبکہ ڈاکٹر سید مجید اندرابی کا "شعرِ اقبال میں دانشوری"، ڈاکٹر عرفان عالم کا "اقبال کا تصورِ اجتہاد اور اس کی عصری معنویت"، ڈاکٹر ریاض توحیدی کا "خلیفہ عبد الحکیم۔۔۔ کلامِ اقبال کا ایک معتبر مبصر"، فدا حسین کا "کلامِ اقبال کے معتبر مبصر" اور فدا حسین بالہامہ کا "اقبال۔ شعر و ادب کا حقیقی ترجمان" بھی اس شمارے کا حصہ ہیں۔ آخر میں سید او فر رشید شاہ کا مضمون "علامہ اقبال کا عمرانی نظریہ۔۔۔ ایک طائرانہ نظر" شامل ہے، جو مجموعی طور پر اقبالیاتی فکر کے متنوع اور جامع پہلوؤں کی عکاسی کرتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی مجلّہ "اقبالیات" میں رقم طراز ہیں:

"اقبال انسٹی ٹیوٹ کا سالانہ مجلّہ اقبالیات ہر برس نئے مقالات، نئے مضامین اور نئی تحقیقی کاوشوں کے ساتھ منظرِ عام پر آتا رہتا ہے۔ کشمیر اور کشمیر سے باہر کے اقبال شناسوں کے مقالات اس میں شایع ہوتے ہیں اور گزشتہ دس سالوں سے ہماری یہ بھرپور کوشش رہی کہ نوجوان اسکالرز میں اقبال پر لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی رہے"۔(۱۳)

مجلّہ اقبالیات، شمارہ نمبر23، زیرِ نظر شمارہ اقبال انسٹی ٹیوٹ کے زیرِ اہتمام پروفیسر بشیر احمد نحوی کی ادارت میں 2016ء میں شایع ہوا۔ اس مجلّہ کی تقریظ پروفیسر خورشید اقبال اندرابی، وائس چانسلر، کشمیر یونی ورسٹی نے لکھی۔ شمارہ میں پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کے پیش لفظ کے علاوہ 13 مقالات شامل ہیں۔

یہ تحقیقی مقالات علامہ اقبال کی فکر، شخصیت اور شاعری کے مختلف جہات کو سامنے لاتے ہیں۔ ان میں "اقبال اور سیرت رسول ﷺ" کے عنوان سے پروفیسر حمید نسیم رفیع آبادی نے اقبال کے فکری نظام اور سیرت نبویؐ کے تعلق کو واضح کیا ہے، جبکہ ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی نے "مطالعۂ قرآن کی نئی جہتیں اور فکرِ اقبال" میں اقبال کے قرآنی فہم اور اس کے فکری اثرات پر بحث کی ہے۔ اسی طرح پروفیسر عبدالحق نے قاضی محمد عدیل عباسی کی اقبال شناسی کو موضوع بنایا ہے، اور پروفیسر قاضی عبیدالرحمان ہاشمی نے آل احمد سرور کی نظر میں اقبال کے فکری و ادبی مقام کا جائزہ پیش کیا ہے۔ پروفیسر علی احمد فاطمی نے اقبال کی آفاقیت پر گفتگو کی ہے، جبکہ پروفیسر بشیر احمد نحوی نے اقبال کے ایک شعر کے فکری و فنی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد نثار نے اقبال کے جمالیاتی شعور، اور پروفیسر عارفہ بشریٰ نے ان کی نظم نگاری کے مختلف مباحث پر روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر عرفان عالم نے اقبال کو نئے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی ہے، جبکہ ڈاکٹر فیض قاضی آبادی نے اقبال کے فکر اور احترام انسانیت کے پہلو کو واضح کیا ہے۔ نذیر احمد کھانڈا اور محمد حسین بٹ نے بطور ریسرچ اسکالر اقبال اور آزاد کے فکری ماخذ اور علامہ اقبال کے وطنی شعور پر تحقیق پیش کی ہے۔ آخر میں محمد امتیاز نے کلام اقبال کے مختلف پہلوؤں اور اس کے رنگارنگ فکری جہات پر گفتگو کی ہے۔ یہ تمام مقالات اقبال شناسی کے متنوع علمی اور فکری زاویوں کو نمایاں کرتے ہیں۔ الغرض مجلّہ "اقبالیات" کے اس وقت تک کُل 25 شمارے منظر عام پر آچکے ہیں۔ شمارے مجلّہ "اقبالیات" پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کی ادارت میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان شماروں کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ان شماروں میں اکثر کسی نہ کسی سیمینار کے مقالات کو شامل کیا جاتا ہے۔ لیکن مجموعی طور پر اقبال شناسوں کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کو شائع کیا جاتا ہے۔ "اقبالیات" کے مجلّوں کو ادبی دُنیا میں کافی شہرت ملی۔ اِس میں ریسرچ اسکالرز، شعبۂ اُردو، فاصلاتی نظام تعلیم، ریاست مقبوضہ کشمیر کے اقبال شناسوں اور ہندوپاک کے علمی و ادبی شخصیات کو اولین ترجیح دی جاتی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر تسکینہ فاضل رقم کرتی ہیں:

"اقبال انسٹی ٹیوٹ اپنی استعداد کے مطابق اس مایہ ناز فرزند کے بصیرت کی ابتدا ہی سے مختلف طریقوں سے عام کرنے میں مصروف عمل ہیں جس کی ایک صُورت یہ رسالہ مجلّہ "اقبالیات" ہے۔ اس مجلّہ میں اقبال کی شاعری اور کے مختلف اور متنوع گوشوں پر تحقیقی اور تنقیدی مقالات شائع ہوتے رہتے ہیں اور خُوب سے خُوب تر کی تلاش میں سرگرم رہتا ہے"۔(۱۴)

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی نے اقبال انسٹی ٹیوٹ میں بطور مترجم، مرتب اور مضمون نگار خدمات سرانجام دی ہیں۔ علم و ادب کی دُنیا میں اعلیٰ اوصاف کے مالک اور صاحبِ کردار خال خال ہی ملتے ہیں۔ بشیر احمد نحوی ایک سچے، نیک، ایمان دار اور صاحب کردار ادیب ہیں جن کے دل میں اپنے ممدوح علامہ اقبال کے لیے سچی لگن اور تڑپ موجود ہے۔ اُنھوں نے اپنی زندگی کو اقبال کی کو عام کرنے کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ مقام شکر ہے کہ ریاست مقبوضہ کشمیر کی حد تک ان کی یہ کوششیں اور کاوشیں رنگ بھی لے آئی ہیں۔ ریاست مقبوضہ کشمیر میں اقبالیاتی ادب کا جائزہ لیا جائے تو بشیر نحوی کا ذکر خیر نہ کرنا اس محفل میں ناگزیز ہے۔ بشیر نحوی اپنی تحریر اور تقریر سے جادو جگانے کا فن جانتے ہیں۔ ان کا اپنا کہنا ہے کہ:

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کشمیر میں اقبال کے ساتھ روز بہ روز دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے اور تحقیق و تدوین کے عمل کے ساتھ درجنوں محققین وابستہ ہیں۔"(۱۵)

علامہ اقبال کی شخصیت، فکر و عمل اور پیام اگرچہ عصرِ حاضر تک بے شمار کتب اور سیکڑوں مقالات لکھے جا چکے ہیں تاہم ماہر اقبالیات، اقبال شناس اور اقبال فہمی کے حوالے سے علامہ محمد اقبال کی سوانح، مذہبی زندگی، شعری عمل اور فکری سرچشموں کی پردہ کشائی بڑی تحقیق و تنقیدی انداز سے کرتے رہے ہیں۔ جیسے کلام اقبال کو سمجھنے کے لیے وُسعت علوم کا ہونا ضروری ہے تاہم اقبال فہمی کے لیے قرآن فہمی کا ہونا پہلی شرط ہے۔ بشیر احمد نحوی اقبالیاتی ادب اور ان کے پیغام کی ترجمانی کرتے رہے۔ اپنے دل کے [illegible]ر کو بڑھانے اور اقبالیات کے ساتھ عشق کی حد تک شغف ہونے کی وجہ سے انھوں نے اپنا دائرۂ عمل اور وسیع کر دیا۔ ریاست میں بشیر احمد نحوی کی محنتوں اور ریاضتوں کے نتیجے میں اقبالیات کے لیے ایک ساز گار ماحول پیدا ہوا۔ ان ہی کوششوں اور کاوشوں کی بنا پر وہ ماہر اقبال اور حافظِ اقبال کے منصب پر فائز ہوئے۔ ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی رقم طراز ہیں کہ:

"پروفیسر نحوی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ صحیح معنوں میں اقبال کے مقلد، نقیب اور عاشق ہیں۔ آپ حافظِ اقبال کے نام سے وادی بھر میں معروف ہیں۔ انھیں اقبال کا تقریباً تمام اُردو اور فارسی کلام ازبر ہے۔" (۱۶)

اقبالیات پر بشیر احمد نحوی نے اس قدر جی جان سے محنت کی ہے کہ اس کے پسینے سے خود نحوی کی مشام جاں معطر ہو گئی ہے۔ وہ ماہر اقبال ہیں، وہ اقبالیات کا انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ وہ حافظِ اقبال اور اشعارِ اقبال کا ریڈی ریفرینس ہیں۔ ان کے شب و روز میں شاید ہی کوئی دن ہو گا جو فکرِ اقبال میں نہ گزرتا ہو۔ اس بابت ڈاکٹر پیر نصیر احمد لکھتے ہیں:

"پروفیسر نحوی، اقبال سے کچھ اس قدر متاثر ہیں کہ مطالعۂ اقبالیات ان کے لیے روز مرہ کی غذا بن گیا ہے"۔ (۱۷)

کشمیر یونی ورسٹی نے اقبال کی علمی، ادبی، فلسفیانہ اور شاعرانہ عظمت کو زیر نظر رکھنے کے علاوہ کشمیری عوام کے جذبات اور اقبال کے ساتھ اُن کی بے پناہ محبت کا لحاظ کرتے ہوئے اُس وقت کے وزیر اعلیٰ مرحوم شیخ عبداللہ صاحب کے زیر ہدایت مرکزی لائبریری کو اقبال کے نام سے معنون کیا۔ کشمیر یونی ورسٹی میں 1977ء میں دُنیا کی پہلی مسندِ اقبال (Iqbal Chair) قایم کی گئی۔ اس [illegible] میں شیخ محمد عبداللہ رقم طراز ہیں:

"ہم نے علامہ محمد اقبال کی یاد میں دو سال قبل کشمیر یونی ورسٹی میں دنیا کی پہلی مسند اقبال 1977ء میں قایم کی ہے۔ جس کے اولین ڈائریکٹر مشہور اقبال شناس پروفیسر آل احمد سرور مقرر ہوئے ہیں۔ ہماری دیکھا دیکھی میں اب پاکستان میں بھی اقبال چیئر قایم کی گئی ہے۔ جس کے ڈائریکٹر علامہ اقبال کے صاحبزادے جسٹس جاوید اقبال بنائے گئے ہیں۔ ہماری اقبال چیئر اب اقبال انسٹی ٹیوٹ بن گیا ہے"۔ (۱۸)

شیخ محمد عبداللہ کے دورِ حکومت میں ہی 1979ء میں اقبال چیئر کا درجہ بڑھا کر اقبال انسٹی ٹیوٹ بنا دیا گیا اور اس کے پہلے ڈائریکٹر پروفیسر آل احمد سرور مقرر کیے گئے۔ اقبال انسٹی ٹیوٹ جب سے اب تک اقبال اور اقبالیات سے متعلق دیگر علوم میں برابر تحقیق و تدقیق میں مصروف کار ہے اور آج اس ادارے کا دُنیا کے فعال اور متحرک تحقیقی اور علمی اداروں میں ہوتا ہے۔ حمید نسیم رفیع آبادی لکھتے ہیں۔

"Aal Ahmed Saroor was made the first Iqbal Professor, and it was after two Years in May,21,1979 that due to the efforts of Aal Ahnmed Saroor, the Chair was designated as Iqbal Institute and its academic and research activities started."(19)

ڈاکٹر ریاض توحیدی رقم طراز ہیں:

دو سال بعد 1979ء میں اس چیئر "کو توسیع دے کر اقبال انسٹی ٹیوٹ میں تبدیل کیا گیا۔ علامہ اقبال کے نور بصیرت کو عام کرنے کے سلسلے میں اقبال انسٹی ٹیوٹ نہ صرف وادیِ کشمیر بل کہ ہندوستان کے دُوسرے اقبالیاتی اداروں کے لیے بقعۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔(۲۰)

اقبال انسٹی ٹیوٹ کا بنیادی کام تو اقبال کی حیات اور فکر و فن کا مُطالعہ ہے۔ اقبال انسٹی ٹیوٹ فکرِ اقبال کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنے قیام سے ہی سیمناروں، مباحثوں اور اشاعتی کام کے علاوہ تحقیقی و تنقیدی لوازمات کے تحت تاریخ ساز کردار نبھا رہا ہے۔ بقول ڈاکٹر ریاض توحیدی کشمیری:

"بلاشبہ اقبال انسٹی ٹیوٹ نے اقبال فہمی میں ایک اہم اور تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ یہ ادارہ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کی نظامت میں متحرک انداز سے ارتقائی منازل کی طرف گامزن ہے۔ یہ ادارہ اقبال کی شاعری اور فکر و فن پر تحقیق کا کام شد و مد سے انجام دے رہا ہے اور تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ اقبالیات میں تحقیق کا کام ایک تحریک کی صورت میں انجام دے رہا ہے"۔(۲۱)

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی اقبال انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ گو نامساعد حالات ورثے میں ملے تھے مگر انھوں نے اللہ عزوجل کا نام لے کر اقبال انسٹی ٹیوٹ میں نئی جان ڈال دی۔ وہ انتہائی متحرک، فعال اور غیر معمولی جذبے سے سرشار ہیں۔ انھوں نے اقبال انسٹی ٹیوٹ کو محض ایک ریسرچ سینٹر کے تنگ دائرے سے نکال کر ایک کثیر الجہت اور مختلف الابعاد ادارے میں تبدیل کر دیا۔ 2008ء میں اقبال انسٹی ٹیوٹ کے "نامِ کلیچر" میں وُسعت پیدا کر کے اس ادارے اقبال انسٹی ٹیوٹ کا نیا نام "اقبال انسٹی ٹیوٹ آف کلچر اینڈ فلاسفی" رکھا گیا اس لیے اس نام کی توسیع کے پیشِ نظر اس ادارے کی کارکردگی کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا۔ اس کا مقصد ادارے کو مزید فعال اور مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ اس کی پرواز کو مغربی دُنیا تک وُسعت دینا تھا۔ جہاں اقبال کو حکیم مشرق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس ادارے کا مقصد اقبالیات پر تحقیق و تنقید کے علاوہ سیمناروں، مشاعروں اور مذاکروں کے ذریعے فکرِ اقبال کو عام لوگوں تک پہنچانا ہے۔(۲۲) پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کشمیر یونی ورسٹی کے ساؤتھ کیمپس کے ڈائریکٹر اور ڈین فیکلٹی آف آرٹس جیسے اعلیٰ مناصب پر بھی فائز رہے اور اپنے فرائضِ منصبی بہ خُوبی نبھاتے رہے۔

"بشیر احمد نحوی بیک وقت یہ تین اعلیٰ ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہے۔ شعبۂ اُردو کے صدر بھی تھے۔ ڈین فیکلٹی آف آرٹس کے عہدے پر فائز ہونے کے علاوہ کشمیر یونی ورسٹی سری نگر کے ساؤتھ کیمپس کے ڈائریکٹر بھی تعینات رہے۔"(۲۳)

کشمیر میں اقبال فہمی اور اقبال شناسی کے سلسلے میں ادارہ "جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز" کا کردار بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

> " 1977ء میں اقبال صدی تقریبات کے سلسلے میں اکادمی نے ریاست میں سال بھر اقبالیاتی تقریبات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس دوران اکادمی نے کلام اقبال کو ریاست کی بڑی زبانوں میں ترجمہ کرایا اور اکادمی کے مجلّہ کا خصوصی نمبر " اقبال نمبر " شائع ہوا۔ جس میں مقبوضہ کشمیر اور مقبوضہ کشمیر سے باہر کے ماہرینِ اقبالیات کے مضامین شائع کیے گئے ہیں۔ "(۲۴)

اقبال اکادمی سری نگر کی بنیاد 9 نومبر 1986ء کو ڈالی گئی تھی۔ اس کے صدر پروفیسر غلام رسول ملک اور سیکرٹری کے عہدے پر بشیر نحوی فائز تھے۔

> "9 نومبر 1986ء میں وادی کشمیر کے سرکردہ دانشوروں اور اقبالیین نے اقبال اکادمی اس غرض سے قایم کی تاکہ اشاعتِ کتب، سیمیناروں، مباحثوں اور مجالس مذاکرہ وغیرہ کے ذریعے تعلیمات اقبال کو اُن کے صحیح تناظر میں عام کیا جائے۔ "(۲۵)

اقبال اکادمی کا مقصد کتابوں کی اشاعت کا اہتمام، مباحثوں اور سیمیناروں کے ذریعے فکر اقبال کو فروغ دینا ہے۔ کلام اقبال کی تشریح و تعبیر باہر سے درآمد شدہ نظریات کی روشنی میں نہیں بل کہ خدا، انسان اور کائنات کے بارے میں اقبال کے اپنے واضح اور غیر مبہم بیانات کی روشنی میں اور اس نظریہ ءزندگی اور نظامِ فکر کے مطابق (جو اُن کی نگارشات پر حاوی ہے) کرتا ہے۔ اس اکادمی نے بھی کشمیر میں اقبال شناسی اور اقبال فہمی کے سلسلے میں قابل ستائش کردار ادا کیا ہے۔ اکادمی سے وابستہ شخصیات نے کشمیر کے طول و عرض میں علامہ اقبال کے نورِ بصیرت کو پھیلانے میں نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں۔ مطالعۂ اقبالیات کے سلسلے میں اقبال اکادمی نے متعدد کتابیں شائع کیں جن میں پروفیسر غلام رسول ملک کی کتاب "دی بلڈی ہورائزن"، پروفیسر حامدی کاشمیری کی تصنیف " آئینہ ءادراک " اور پروفیسر بشیر احمد نحوی کی ترتیب شدہ کتاب "چشمۂ آفتاب" وغیرہ شامل ہیں۔(۲۶)

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی نے کبھی بھی غیر ملکی سفر نہیں کیا۔ اُنھوں نے کبھی قومی اور بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت نہیں کی تھی۔ اُن کا پاکستان کے شہر لاہور میں آنے کا مصمم ارادہ تھا اور علامہ اقبال کے مزار پر حاضری کے خواہش مند تھے مگر مقبوضہ کشمیر کے حالات نے اُنھیں اجازت ہی نہیں دی کہ وہ سفر کر سکیں۔

> "بشیر نحوی کو ایک بار غیر ملکی دورے پر ماریشس افریقا ایک انٹرنیشنل اُردو کانفرنس میں دعوت دی گئی۔ بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت پر تمام اخراجات گورنمنٹ کی طرف سے تھے۔ اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے کے ساتھ تمام تر سہولتیں میسر ہونے کے باوجود بھی بین الاقوامی اُردو کانفرنس میں شرکت نہیں کی۔ اُنھوں نے والد کی ضعیف العمری کے سبب بلا تامل اس دعوت نامے کو ٹھکرا دیا۔ اس عیش و عشرت والے خیر سگالی دورے پر جانے کے بجائے اپنے والدین کی خدمت میں رہنے کو ہی

ترجیح دے دی۔ ایسی مثالیں آج کل کے قدروں سے عاری زمانے میں بہت کم فراہم ہوتی ہیں۔"

(۲۷)

والدین کی خدمت بشیر احمد نحوی کی ہمیشہ سے اولین ترجیح تھی جب تک وہ زندہ رہے انھوں نے کبھی کوئی غیر ملکی سفر نہیں کیا۔ یوسف وانی لکھتے ہیں:

"بشیر احمد نحوی کو مسلسل چار سال تک ہم نے شعبۂ اُردو اور فروغ انسانی وسائل سینٹر اور اُردو اکادمی دہلی کی طرف سے پروگرام میں ہمیشہ دعوت دیتے رہے لیکن انھوں نے ایک بار بھی اُردو اکادمی دہلی اور فروغ انسانی وسائل سینٹر تشریف نہیں لائے۔ بعد میں یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنی والدہ کی وجہ سے کشمیر سے باہر سفر سے نہیں کرتے ہیں۔"(۲۸)

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کی زیر سرپرستی، اقبال انسٹی ٹیوٹ میں اقبالیات پر بیسیوں اقبالیاتی سیمینارز منعقد ہوئے جن میں ریاست مقبوضہ کشمیر کے علاوہ پاک وہند کے بلند پایہ اقبال شناسوں نے شرکت کی۔ بشیر نحوی نے اقبال کے بصیرت کو عام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

بشیر احمد نحوی کی زیر صدارت "وہ دانائے سبل ختم الرسل "سیمینار 1999ء میں کشمیر یونی ورسٹی میں منعقد ہوا جس میں مقالہ نگاروں نے علامہ محمد اقبالؒ کے تصورِ عشق رسول ﷺ کے بارے میں اپنے اپنے خیالات بیان کیے۔ افتتاحی خطبے میں بشیر احمد نحوی نے سیرتِ رسل کریم ﷺ پر یوں روشنی ڈالی:

"اگر آپ انسانی تاریخ کا بغور مطالعہ کریں گے تو آپ کو سب سے بڑی اور صاحب عظمت شخصیت جو ملے گی وہ محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس ہوگی۔ آپ انسان تھے لیکن اتنے عظیم انسان کہ آج تک کسی دوسرے انسان کو اتنی بڑی عظمت نصیب نہیں ہوئی۔ دنیا کے تمام بڑے انسانوں کو ایک صف میں کھڑا کیا جائے تو آپ کا مقام سب سے اونچا اور سب سے نمایاں ہوگا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے عظمت وسربلندی آپ ﷺ کی ذات پر ختم ہوگئی ہے اور ہر بڑا آدمی آپ ﷺ کے مقابلے میں اپنی بڑائی سے دست بردار ہوگیا"۔(۲۹)

پروفیسر بشیر احمد نحوی نے حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے بارے میں مزید یوں اظہار کیا کہ

"آپ کا پیغام انقلابی تھا۔ یہ ایک نئی دنیا تعمیر کرنے کی دعوت تھی۔ یہ دعوت جس وقت عرب کی سرزمین سے بلند ہوئی تو سارے ملکوں میں ہنگامہ مچ گیا اور ہر طرف سے اس کی مخالفت ہونے لگی لیکن یہ ایک سچی دعوت تھی اور سچائی میں اتنا وزن ہوتا ہے کہ زیادہ عرصے تک اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ مخالفت کا زور ٹوٹتا چلا گیا اور ایک وقت آیا کہ اس کے ماننے والے اس کے مخالفین پر غالب آ گئے۔ یہ ایک جرأت انگیز انقلاب تھا جو خدا کی زمین پر رونما ہوا لیکن جیسے جیسے وقت آگے

بڑھتا گیا، اس دعوت کی گرفت اس کے ماننے والوں پر کمزور ہونے لگی اور ساتھ ہی ان کی قوت اور اجتماعیت زوال پذیر ہونی شروع ہو گئی، لیکن اس کے باوجود آج بھی بے شمار انسان اس دعوت اور رسول ﷺ کی محبت و عقیدت کو اپنے سینوں میں جگہ دیے ہوئے ہیں۔"(۳۰)

مزید براں اپنے خطاب میں اقبال کے تصورِ عشقِ رسول ﷺ کے بارے میں پروفیسر بشیر احمد نحوی نے کہا:

"اقبال ایک سچے، بے لوث اور غیر متزلزل عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی عقیدت، محبت، وارفتگی اور وابستگی کے سیکڑوں واقعات اقبالیاتی ادب میں موجود و محفوظ ہیں۔ اقبال کے خیال میں اس جہانِ رنگ و بُو کو فقط نورِ مصطفیٰ ﷺ کی تلاش ہے اور اسی نور سے اس کی قدر و قیمت قایم ہے۔ رسولِ پاک ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کو قبول کرنے اور اپنی زندگیوں میں آپ کے احکام کو نافذ کرنے پر زور دیتے ہوئے اقبال جگہ جگہ انداز بدل بدل کر اپنی عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہیں۔"(۳۱)

اس سیمینار میں جن دانش وروں اور اہلِ علم حضرات نے شرکت کی اور مختلف عنوانات کے تحت فکرِ اقبال سے جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پیش کیا، ان میں جناب پروفیسر حامدی کاشمیری، جناب حکیم منظور، جناب پروفیسر عبداللہ شیدا، جناب پروفیسر مرغوب بانہالی، ڈاکٹر جوہر قدوسی، ڈاکٹر تسکینہ فاضل صاحبہ اور جناب ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی شامل ہیں۔ جناب پروفیسر حامدی کاشمیری کو سب سے پہلے اپنا مقالہ "فکرِ اقبال میں عشق" پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا جس میں انھوں نے اقبال کے تصورِ عشق کا مفہوم بیان کیا اور اس کی وضاحت کی۔ جناب حامدی کاشمیری اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

"اقبال کے خلاق ذہن نے اپنے فلسفیانہ افکار کے موثر اظہار کے لیے جہاں بعض نئی اصطلاحیں (مثلاً خُودی) وضع کیں، وہاں انھوں نے مروجہ الفاظ کو نئے معنی پہنائے۔ لفظ "عشق" اس کی مثال ہے۔ عشق کو روایتی طور پر کسی چاہنے والے کی چاہت یا دو چاہنے والوں کے باہمی جذب و کشش یا انسانی رشتوں کی شدت کے معنوں میں برتا جاتا ہے۔ تصوف میں معشوقِ حقیقی سے واصل ہونے کے لیے حُسن و عشق کی موجودگی لازمی ہے۔ صوفی حسنِ مجاز سے لو لگا کر اپنے جذبۂ عشق کا اظہار کرتا ہے اور عشق ہی کی بدولت راہِ سلوک کی منزلیں طے کر کے فنافی الذات ہوتا ہے۔ گویا عشق مادی حسن سے آغازِ سفر کر کے حسنِ ازل کو منزلِ مقصود بناتا ہے۔ اقبال نے اس لفظ کو نئی معنوی وسعت سے آشنا کیا اور اپنی فکر کو اس میں سمویا۔"(۳۲)

"اقبال کی شاعری میں ذکرِ رسولِ مقبول ﷺ" کے عنوان سے ایک مقالہ جناب حکیم منظور نے پڑھا، جس میں انھوں نے اقبال کی شاعری میں رسولِ اکرم ﷺ کے ذکرِ جمیل کو حوالوں کی مدد سے پیش کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"اقبال کے کلام میں ذکرِ ﷺ کی تلاش سمندر میں پانی کی تلاش کرنے کے مترادف ہے چونکہ علامہ کی شعری اور نثری کاوشوں کی لہر زیریں رسول اللہ ﷺ کے ذکرِ جمیل اور فکر بلند ہی سے عبارت ہے، اس لیے بداہت در پردہ بالواسطہ اقبال کی ان کاوشوں میں حضور ﷺ کا ذکر در آتا ہے اور صاحبِ نظر لوگوں کو نئے رنگوں اور ان کے ذہنوں کو نئی روشنی سے شاداب و سیراب کرتا ہے۔ میری ذاتی رائے یہاں تک ہے کہ ذکرِ جمیل رسول ﷺ کے افکار اور اُسوۂ حسنہ نے ہی اقبال کے قلمی رویوں کو اُستوار کیا اور اس کے اُسلوب کو ترتیب دیا ہے۔ وہ راست انداز میں اَخلاق واقدار اور شیریں گفتاری کے اسی سرچشمۂ اوّل وآخر یعنی محمد ﷺ سے وابستگی کی دین ہے۔ اقبال کی تمام تر قلمی کاوشیں اس خیال کی تصدیق کرتی نظر آتی ہیں۔"(۳۳)

پروفیسر محمد عبداللہ شیدا نے "اقبال اور جامی" کے نام سے اپنا مقالہ پڑھا جس میں انھوں نے اقبال اور جامی کو ملتِ اسلامیہ کے دو عظیم رجل قرار دیا جن کی مقبولیت ہمہ گیر تھی۔ دونوں باکمال شاعر تھے اور دونوں کو عشق رسول فراوانی سے ودیعت ہوا تھا لیکن دونوں کے اظہار عشق کا طریقہ مختلف ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ سیرتِ نبوی ﷺ کے مختلف واقعات سے کشید کردہ نعتِ رسلِ مقبول ﷺ کا کوئی ایسا پہلو اس طرح اُجاگر کرتے جس سے آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ اُبھر کر سامنے آجاتا ہے۔ اس کا اظہار پروفیسر محمد عبداللہ شیدا نے یوں کیا:

"ہماری ملی تاریخ نے اپنی روحانی، جذباتی اور فکری نشوونما اور اس کے وجود وبقا کے لیے جو بلند مرتبہ مفکر، شاعر اور نابغۂ روزگار شخصیتیں پیدا کیں۔ ان میں جامی اور اقبال دونوں کا مقام بہت بلند ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے دور میں اسلام کی فکر اور ثقافتی روایات کے وارث اور مستقبل پر حیات پرور اور بصیرت افروز اثرات مرتب کرتے ہوئے ایسا کلام اپنے پیچھے چھوڑا جو نہ صرف مسلمانوں کے لیے بل کہ ساری نوعِ انسانی کے لیے بصیرت افروز اور روح پرور ہے۔ دونوں کے درمیاں پونے پانچ سو سال کا بُعدِ مکانی ہے۔ پھر بھی دونوں کے درمیان کئی قدریں مشترک ہیں۔"(۳۴)

پروفیسر مرغوب بانہالی نے اپنا مقالہ "فارسی نعتیہ ادب، اقبال کی حجازی لے سے نازنے والا سوز وساز کا ممتاز سرچشمہ" کے عنوان سے پڑھا۔ انھوں نے بتایا کہ علامہ محمد اقبالؒ زندگی کے مسائل کی جو الجھنیں فلسفے کی رُو سے نہ سلجھا سکے تھے فارسی ادب نے وہی کام بحسن وخوبی سرانجام دے دیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ

"اقبال کو اعتراف ہے کہ زندگی کے مختلف مسائل سے متعلق جو گانٹھیں فلسفے کے ناخن تدبیر سے کھلنے کا نام نہ لیتی تھیں اور حقیقت شناسی کے جو دروازے فلسفہ ومنطق کے سامنے بند پڑے تھے، انھیں اقبال کے سامنے ایک ایک کرکے کھولنے کی کرامت مولانا رومی اور مولانا جامی کے اشعار ہو سکتے تھے۔ جن میں عشق رسول ﷺ اور شرع رسول ﷺ کی روشنی بشکل الہام سامنے آگئی ہے۔

اقبال جیسے شعرا کو عشق رسول ﷺ کے آداب سکھانے والے اوّلی درجہ کے نعت گو فارسی شاعروں میں مولانا رومی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ رومی عشق رسول ﷺ کے سوز میں مضمر قوت اور دیگر حیات بخش امکانات کو نشاندہی میں لاتے ہیں۔ لافانی سرور حاصل کرنے کے اسرار بھی یہ سمجھا کر فاش کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ سے دردو سوز کی دولت سرمدی مانگتے رہنا چاہیے۔"(۳۵)

"علامہ محمد اقبالؒ کا نعتیہ کلام "کے عنوان سے ڈاکٹر جوہر قدوس نے اپنا مقالہ پیش کیا جس میں انھوں نے بتایا کہ گو اقبال عام معنوں میں نعت گو شاعر نہیں تھے لیکن ان کی شاعری میں عشق رسول ﷺ کا اس قدر وفور اور نعتیہ مواد کی اس قدر فراوانی ہے کہ اُردو نعت کی تاریخ میں اس کا ذکر سنہری حرفوں میں کیا جاسکتا ہے۔ اقبال چونکہ واقف رازہائے درون میخانہ ہیں لہٰذا ان کی شاعری کے ڈانڈے شہپر جبریل سے جاملتے ہیں۔ اس فریفتۂ عشق رسول ﷺ کا رنگ ڈھنگ سب سے الگ اور انداز نرالا ہے۔ ان کے کلام کے مطالعے سے متبادر ہوتا ہے کہ تقریباً سارا کلام ہی عشق رسول ﷺ سے آراستہ اور بھرپور ہے۔ ڈاکٹر جوہر قدوسی کا کہنا ہے کہ نبی رحمت ﷺ کی ذات اقدس جن فیوض وبرکات سے مزین ہے اس کی روشنی کلام اقبال میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے، لکھتے ہیں :

"علامہ کی اُردو شاعری میں ایسے بے شمار مقامات نظر آتے ہیں جہاں ان کا کلام بظاہر نعتیہ نہ ہوتے ہوئے بھی نعتیہ شاعری کی متذکرہ بالا تعریف کی حدود میں آجاتا ہے اوریوں رسمی معنوں میں ایک نعت گو شاعر نہ ہوتے ہوئے بھی علامہ اُردو کی نعتیہ شاعری میں اپنے معنوی نعتیہ کلام سے ایک الگ اور منفرد اسلوب کے ساتھ خوشگوار اضافہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔"(۳۶)

دیگر دانش وروں نے ترتیب سے درج ذیل عنوانات کے تحت اپنے اپنے مقالات پیش کیے :

- ڈاکٹر تسکینہ فاضل نے "اقبال کا نظریۂ شعر اور حضور ﷺ اسرار خودی کی روشنی میں "
- سید محمد مجید اندرابی نے "سرور دوعالم کی سیرت واخلاق اقبال اور مغربی مفکرین کی نظر میں "
- عبدالرحمان مخلص نے "اقبال کا تصور عشق میری نظر میں"
- مشتاق احمد گنائی نے "اقبال کا تصور رسالت"
- شاہ محمد اعجاز اشرف نے "اقبال اور محبت رسول ﷺ "

اکتوبر 2000ء میں ڈاکٹر بشیر نحوی، ڈائریکٹر اقبال انسٹی ٹیوٹ کی سربراہی میں "**اقبال اور معاصر نظام تعلیم** "سیمینار کا انعقاد ہوا۔ اس میں ریاستی ماہرین تعلیم اور اقبالیات کا ذوق رکھنے والے اہل قلم کے ساتھ بیرون ریاست سے بھی دانش وروں نے شرکت کی۔ درج بالا عنوان کے تحت جن اہل علم و قلم نے اپنے مقالات پڑھے، ان میں پروفیسر محمد عبداللہ شیدا، غلام محمد خان، پروفیسر عبدالغنی مدہوش، پروفیسر سید حبیب، پروفیسر عبدالغنی اور طارق مسعودی وغیرہ شامل تھے۔ اس سیمینار میں سب سے قابل داد و تحسین اور طویل مقالہ پروفیسر محمد عبداللہ شیدا کا تھا۔ جس کا عنوان "اقبال اور

معاصر نظام تعلیم" تھا۔ پروفیسر موصوف نے اپنے مقالے میں کہا: فکرِ اقبال میں افراد کی تربیت ہر شے پر مقدم ہے۔ وہ فرد کی تربیت اس انداز سے کرنا چاہتے ہیں جو اسے سخت کوشی، جاں گدازی اور خارا شگافی کے لیے تیار کرے۔ ہر فرد کی یہ ہمہ جہت تربیت اقبال کے تصورِ خودی میں مرکوز ہے۔"(۳۷)

مزید کہتے ہیں:

"اپنی خداداد بصیرت اور مومنانہ فراست سے گہرا جائزہ لے کر اقبال عصری نظام تعلیم کی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اسے نئی نسل کے حق میں ایک مجرمانہ سازش قرار دیتے ہیں۔"(۳۸)

اقبال اور تعمیر آدمیت کے عنوان سے مورخہ 22 / 21 اپریل 2001ء میں دو روزہ سیمینار بشیر احمد نحوی کی زیر صدارت کشمیر یونی ورسٹی میں انعقاد پذیر ہوا۔ اس سیمینار میں ریاست اور برون ریاست کے دانشوروں اور اقبالیات کے ماہرین کو دعوت دی گئی تھی۔ ریاستی ہائی کورٹ کے جسٹس علی محمد میر اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے۔ علاوہ ازیں کشمیر یونی ورسٹی کے طالب علم اور علامہ محمد اقبالؒ کو پسند کرنے والے بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ اپنے افتتاحی خطاب کا آغاز پروفیسر بشیر احمد نحوی نے ان الفاظ میں کیا:

"اقبال کی شاعری پر عمومی نظر ڈالتے ہوئے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ محبت، مروّت، امن عالم، انسان دوستی، آدم شناسی، مقام آدمیت ہمدردی دلنوازی اور احترام آدمی کے تصورات اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ کارفرما ہیں۔ اقبال ان اقدار کا نہ صرف مداح بلکہ ان کا داعی و نقیب بھی ہے۔ وہ مصف زندگی میں سیرت فولاد کی صفت، شبستان محبت میں حریر و پرنیاں کی خصوصیت کا متمنی ہے۔ موجودہ زمانے میں جب کہ دنیا بے شمار قسم کے تہذیبی، لسانی اور سیاسی مسائل اور فتنوں کا شکار ہو چکی ہے اور نسلی برتری نے کئی برادریوں کو پریشانیوں میں مبتلا کر کے رکھ دیا ہے۔ اقبال کا نظریۂ تعمیر آدمیت، ان پریشانیوں کو کم کرنے اور ایک بہترین انسانی معاشرے کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔"(۳۹)

اس سیمینار میں جن قابل ذکر دانش وروں نے اپنے خیالات، مقالات کی صورت میں پیش کیے ان میں پروفیسر حامدی کاشمیری، پروفیسر قاضی عبید الرحمن، پروفیسر قدوس جاوید، پروفیسر سید مجید اندرابی، جناب حکیم منظور اور جناب جسٹس علی محمد میر شامل ہیں۔ پروفیسر حامدی کاشمیری نے اپنا مقالہ "اقبال اور مقام آدمیت" کے عنوان سے پیش کیا۔ ان کے بقول اقبال نے ایک بڑے مفکر و فلسفی کی طرح کائنات میں مقام آدمیت اور اس کے عمل کے تعین کی تلاش و جستجو کی۔ پھر یہ تلاش ذات سے شروع ہو کر تلاش حق تک جا پہنچتی ہے اور پھر اسی سوز و گداز سے شعروں میں ڈھل جاتی ہے۔ پروفیسر حامدی نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا:

"اقبال کے یہاں آدمیت کا تصور محض خیالی، رومانی یا نظری نہیں ہے جیسا کہ بعض سمجھتے ہیں۔ اقبال ایک حقیقت شناس مفکر ہیں انھوں نے آدمیت کا تصور انفرادی سطح پر اپنے آدم زاد ہونے سے اخذ کیا

ہے جیسا کہ ان کے نظریۂ خودی جسے وہ تعین ذات قرار دیتے ہیں، پر زور دینے سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ آدمی کے لیے سراغ زندگی کو پانے کے لیے اپنے من میں ڈوب جانے کو لازمی قرار دیتے ہیں۔"(۴۰)

اس کے بعد "تعمیر آدمیت کا مطالعہ، شعر اقبال کی اقداری جہات" کے عنوان سے ایک مقالہ پروفیسر قاضی عبید الرحمٰن ہاشمی نے پڑھا۔ جس میں انھوں نے بتایا کہ اقبالی فکر کی بنیاد تعمیر آدمیت کے پُر جوش اور ولولہ انگیز عمل پر استوار ہے۔ ان کے نزدیک کسی بھی سیاسی، سماجی، معاشرتی اور تمدنی نظریے کو قبول عام کی سند نہیں مل سکتی جب تک اس میں مجموعی طور پر الوہی و روحانی اقدار شامل نہ ہوں۔ اقبال کے ہاں یہی الوہی و روحانی اقدار تخلیقی وفور سے شعروں کی صورت میں ڈھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ پروفیسر قاضی عبید الرحمٰن مزید فرماتے ہیں:

"شعر اقبال کی اقداری جہات کے مطالعے میں مذہبی اور روحانی اقدار کی مرکزیت سے انکار ناممکن ہے۔ خصوصاً اس لیے بھی اقبال کے مذہبی معتقدات محض ذاتی اور شخصی نوعیت کے نہ تھے۔ ان کے نزدیک مذہبی وظائف مجموعی زندگی اور اس کی تمام سرگرمیوں پر محیط ہیں۔ شعر اقبال کی اقداری جہت کے کم از کم تین رخ یعنی جمالیاتی اقدار، سیاسی و سماجی اقدار، مذہبی اور روحانی اقدار ہمارے سامنے آجاتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح یہ جملہ اقدار شاعری کی تخلیقی بصیرت کا لازمی جزو بن کر بتدریج منصۂ شہود پر آتی ہیں اور ایک کلیت میں ڈھل جاتی ہیں۔"(۴۱)

مزید برآں: پروفیسر ظہور الدین نے "اقبال اور تعمیر انسانیت"، پروفیسر قدوس جاوید نے "اقبال اور انسان کے امکانات کی بلندی" جسٹس علی محمد میر نے "اقبال اور مروّت"، جناب حکیم منظور نے "عالمگیر انسانی قدروں کا امین" اور سید مجید اندرابی نے "اقبال داعی امن عالم" کے عنوانات کے تحت اپنے اپنے مقالات پڑھے اور داد و تحسین حاصل کی۔ پروفیسر بشیر احمد نحوی، ڈائریکٹر اقبال انسٹی ٹیوٹ کی زیر صدارت ستمبر 2003ء میں یہ دو روزہ قومی سیمینار اقبالیات کے گذشتہ دس سال (ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ) منعقد ہوا۔ جس میں سال 1993ء سے سال 2002ء تک اقبالیات پر ہوئے کام کو جانچا گیا اور اس کا جائزہ لیا گیا۔ پروفیسر بشیر احمد نحوی نے افتتاحی خطاب میں کہا:

"ہم نے کئی ریاستوں کے نامور ماہرین اقبال سے سیمینار میں شمولیت کی استدعا کی تھی لیکن مصروفیات، کشمیر کے حالات اور نجی مجبوریوں کے سبب تمام مدعو سکالرز سیمینار میں شرکت نہ کر سکے۔ تاہم دہلی، الہ آباد، بھوپال اور جموں سے چند اساتذۂ ادب اس سیمینار میں شریک ہوئے۔"(۴۲)

پروفیسر بشیر احمد نحوی نے اقبالیاتی ادب سے وابستہ اور ادیبوں کا ذکر کرتے ہوئے مزید کہا:

"اقبالیاتی ادب سے وابستہ تمام ادارے مالی دشواریوں کے باوجود تحقیقی امور اور دیگر سرگرمیوں کو گرمجوشی کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں۔"(۴۳)

پروفیسر عبدالحق نے اس سیمینار میں اپنا مقالہ "در بادۂ امروزم کیفیتِ فردا ہیں" اور پروفیسر آفاق احمد نے "بھوپال میں اقبالیات" کے عنوان سے اپنے مقالات پیش کیے۔ پروفیسر ظہور الدین نے عثمانیہ یونی ورسٹی کے انگریزی کے سابق پروفیسر جناب سراج الدین کی کتاب "مطالعۂ اقبال" کا اور پروفیسر علی احمد فاطمی نے آل احمد سرور کی اقبال شناسی کا تفصیل سے جائزہ پیش کیا۔ پروفیسر قدوس جاوید جو کشمیر یونی ورسٹی میں شعبۂ اُردو کے پروفیسر ہیں نے مسائل تصوف اور اقبال کے حوالے سے بشیر احمد نحوی کی اقبال شناسی پر اپنا مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا:

"آج کے عصری عالمی حالات خصوصاً فلسطین، چیچنیا، عراق، گجرات اور کشمیر کے آتشیں واقعات کو ذہن میں رکھ کر ملّتِ اسلامیہ کی حالت پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ ہر طرح کی اذیتوں کا سامنا کر لینے اور مستقل کرتے رہنے کے باوجود ملّتِ اسلامیہ، رہبانیت، بے عملی، سکر اور بے نیازی میں مبتلا ہے۔ ایسے میں بشیر احمد نحوی نے مسائل تصوف اور اقبال لکھ کر شعوری یا لاشعوری طور پر اقبال کی وحدت الشہودی فکر کے حوالے سے اقبال کے جہد و عمل کے نظریہ کو زندہ کرنے کی کوشش کی ہے اور یہی وقت کی ضرورت ہے۔"(۴۴)

اس کے بعد پروفیسر بشیر احمد نحوی نے سیمینار میں "پیرِ مغرب شاعر المانوی" کے نام سے اپنا مقالہ پڑھا۔ پھر ڈاکٹر تسکینہ فاضل نے اقبال انسٹی ٹیوٹ کی چند مطبوعات پر جائزہ پیش کیا۔ ازاں بعد پروفیسر شہاب عنایت ملک نے پروفیسر سید مجید اندرابی کی ترتیب دی ہوئی کتاب "اقبالیات کا تنقیدی جائزہ" پر اپنا مقالہ پڑھا۔ اس کے بعد دہلی یونی ورسٹی کے ڈاکٹر توقیر احمد نے اپنے اُردو شعبے کی اقبالیاتی سرگرمیوں پر اپنا مقالہ پڑھا۔ آخر میں جناب ڈاکٹر اسد اللہ وانی نے جموں و کشمیر کلچر اکیڈیمی میں ہونے والی اقبالیاتی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کیا۔

اقبال انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر پروفیسر بشیر احمد نحوی کے زیر اہتمام ایک سیمینار مورخہ 6 اور 7 اکتوبر 2004ء میں منعقد ہوا۔ اس سیمینار میں بین الاقوامی شہرت کے حامل ماہر اقبالیات پروفیسر جگن ناتھ آزاد کی خدمات اور ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر نامور دانش وروں اور اقبالیات کے ماہرین نے سیر حاصل بات چیت کی۔ پروفیسر بشیر احمد نحوی نے اپنے خطاب میں کہا:

"پروفیسر جگن ناتھ آزاد کی وفات اُردو شعر و ادب کے لیے ایک بڑا سانحہ تھا۔ آزاد ایک سخنور، سخن سنج، بے بدل ادیب تھا۔ معلومات کا ایک خزانہ ان کے ذہن میں محفوظ تھا۔ اس صدی کے تقریباً تمام شعرا کے کلام کے محاسن و معائب سے وہ بخوبی واقف تھا۔ شاعر مشرق کے اُردو اور فارسی کلام پر گہری دسترس حاصل تھی اور بلا مبالغہ آزاد اقبالیات کی چلتی پھرتی ڈکشنری کی حیثیت رکھتے تھے۔"(۴۵)

پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کشمیر یونی ورسٹی کے سابق وائس چانسلر پروفیسر حامدی کاشمیری نے کہا:

"آنجہانی آزاد علامہ اقبالؒ کے سچے عاشق تھے۔ وہ علامہ کے مختلف ذہنی و فکری اور علمی ابعاد کو توصیفی اور تکریمی انداز سے منکشف کرتے رہے یہ کام انھوں نے اس زمانے میں شروع کیا، جب برصغیر میں ابھی انتہا پسندی، تعصب اور منافرت کے سائے وجود پذیر نہیں ہوئے تھے، یہ کام ذہن و فکر کے آزادانہ، عالمانہ اور قدر شناسانہ رویے کا متقاضی تھا، جگن ناتھ آزاد کی اقبال شناسی اسی رویے کی مرہون تھی اور وہ عمر کے آخری لمحے تک اسی پر قایم رہے۔"(۴۶)

اس سیمینار کی ایک اہم بات یہ تھی کہ اس میں پاکستان سے معروف ماہر اقبالیات جناب رفیع الدین ہاشمی نے بھی خصوصی طور پر شرکت کی اور "پروفیسر جگن ناتھ آزاد کا اصل کارنامہ" کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا۔ ان کے بعد درج ذیل دانش وروں نے اپنے اپنے مقالات پڑھے۔ رفیع الدین ہاشمی رقم طراز ہیں:

جگن ناتھ آزاد ایک قادر کلام شاعر، بلند پایہ ادیب اور نقاد تھے۔ راقم کے نزدیک ان کی نمایاں ترین حیثیت ایک ممتاز اقبال شناس کی ہے۔ ان کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے بھارت میں ایک ایسے وقت میں اقبالیات کا علم بلند کیا جب تقسیم ہند کے نتیجے میں یہاں کی فضا اقبال اور اقبالیات کے لئے حد درجہ ناساز گار تھی۔ اقبال کا نام لینا بھی ارتکاب جرم کے مترادف تھا اور اقبال کا نام لینا ان پر کچھ لکھنے لکھانے کو "بھارت دشمنی" سمجھا جاتا تھا۔(۴۷)

دہلی یونی ورسٹی کے سابق پروفیسر جناب عبدالحق نے "کرتا ہے تیرا جوش جنوں تیری قبا چاک"، جناب ڈاکٹر عتیق اللہ نے "جگن ناتھ آزاد شخص اور شاعر"، پروفیسر جناب مرغوب بانہالی نے "ہندوستان میں اقبالیات آزادی کے بعد"، جناب ڈاکٹر فیروز احمد نے "مشترکہ تہذیب اور جگن ناتھ آزاد"، جناب ڈاکٹر محمد شاہد حسین نے "آزاد کی شاعری"، جناب پروفیسر علی احمد فاطمی نے "قندیل محبت کی ضیا چھوڑ گئے ہم"، جناب پروفیسر قدوس جاوید نے "جگن ناتھ آزاد، چند تاثرات" اور پروفیسر بشیر احمد نحوی نے "جگن ناتھ آزاد: انسانی اقدار کا شاعر" کے عنوان سے اپنا مقالہ پڑھا جس میں انھوں نے آزاد کی شاعری کے بارے میں کہا:

"آزاد کا فنی وجدان آدمی کو متاثر کرتا ہے جہاں انتقال خیالات میں کوئی شے مانع نہیں ہوتی ہے، وہ متانت، صلاحیت، پختگی، شعور اور مروت و انسانیت کی جملہ قدروں کو لے کر آگے بڑھتا ہے۔ جذبات کا خلوص، انداز بیاں کی سحر کاری گویا ایک ٹھہرا ہوا سمندر ہے۔ ان کی شاعری محض ماتم ملک اور ماتم انسانیت نہیں بل کہ ایک مکمل داستان ہے ان کے پُرخلوص احساسات کی جس کی عظمت سے انکار ممکن نہیں۔"(۴۸)

علاوہ ازیں اس سیمینار میں جگن ناتھ آزاد کی کتاب "اقبال اور اس کا عہد" پر ڈاکٹر تسکینہ فاضل نے بھرپور جائزہ پیش کیا جب کہ ڈاکٹر ضیاالدین نے جگن ناتھ آزاد کے تین سفر ناموں پر سیر حاصل گفتگو کی۔ ڈاکٹر طارق احمد مسعودی نے آزاد کی نعت گوئی کو موضوع سخن بنایا۔ پھر اقبال انسٹی ٹیوٹ کے

سابق لائبریرین جناب عبداللہ قادر نے آزاد سے متعلق اپنے تاثرات پر مبنی مقالہ پیش کیا۔ ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی، سید محمد فضل اللہ، ڈاکٹر سید مجید اندرابی، ڈاکٹر ایم اعجاز اشرف، سید اقبال قریشی نے پروفیسر جگن ناتھ آزاد کی بلند مرتبت شخصیت، ان کے علم و فضل، وسیع النظری اور فن شاعری پر مقالات پیش کیے۔ بشیر احمد نحوی کی سرپرستی میں دیگر جو سیمینار ہوئے ان میں ایک سیمینار تو کشمیر یونی ورسٹی کے شعبۂ ریاضی کے سابق سربراہ، مشہور شاعر، نقاد اور دانش ور پروفیسر قاضی غلام محمد مرحوم کی شخصیت اور ان کی فنی خدمات کے اعتراف میں ہوا جب کہ دوسرا سیمینار جولائی 2007ء میں اُردو اور کشمیری کے نامور شاعر حکیم منظور مرحوم کی ہمہ جہت شخصیت کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے منعقد ہوا جس میں وادی کے سرکردہ ادیب، دانش ور اور محقق شامل ہوئے۔ بیرونِ ریاست سے بھی عالم و فاضل صاحبان نے شرکت کی اور مقالات پڑھے۔

اقبال انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام سالانہ اعلیٰ پائے کی سیرت کانفرنسوں کا انعقاد عمل میں آتا ہے جن میں علمائے دین کے علاوہ ممتاز دانش ور، مئورخ اور شعرا شامل ہوتے ہیں اور ختمی مرتبت آنحضور ﷺ کی حیات مُبارکہ کے مختلف گوشوں کو منور کرتے ہیں۔ ان اجتماعات میں حاضرین کی اتنی کثرت ہوتی ہے کہ جس کی مثال یونی ورسٹی کے دوسرے شعبوں کے پروگرام پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ بشیر نحوی نے تعلیمات اقبال کو عام کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے اپنے تمام ذرائع استعمال کیے۔ سب سے پہلے تو اُنھوں نے اپنی تصانیف و تالیفات سے یہ کام کیا۔ پھر ادارہ جاتی اور ریاستی وسائل سے کام لے کر مذاکروں، مباحثوں، مشاعروں اور سیمیناروں کا ڈول ڈالا، جس میں نہ صرف ریاستی اہل علم و ادب کو مدعو کیا بل کہ بیرونِ ریاست سے بھی اقبالیات کے ماہرین کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ یہی نہیں بل کہ اپنے لیکچروں، خطبات اور مراسلوں سے بھی فکر اقبال کے مختلف گوشوں کو اُجاگر کیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر پیر نصیر یوں رقم طراز ہیں:

> ''بشیر احمد نحوی کی سربراہی میں اقبال انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام سیمیناروں، مباحثوں، مشاعروں اور مذاکروں کا یہ سلسلہ جو دیکھنے کو ملتا ہے۔ واقعی اقبالیات میں ایک قابل قدر اضافہ کی دلیل پیش کرتا ہے۔''(۴۹)

نئی نسل میں سیرت رسول ﷺ سے واقفیت پیدا کرنے کے لیے ڈاکٹر بشیر نحوی نے ریاست گیر سطح پر ''سیرت کوئز'' کا اہتمام کرایا جس کے تین راؤنڈ یونی ورسٹی ہی میں منعقد ہوئے۔ اس سیرت کوئز میں اوّل آنے والے کو عمرہ کرنے کا ٹکٹ دلوا دیا گیا۔ یہ امتیاز اور اعزاز غالباً پورے برصغیر کے کسی ادارے کو حاصل نہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی یہاں کے مخیّر حضرات کو ان پروگراموں میں شامل ہونے پر آمادہ کرتے ہیں جن کی مدد سے ایسے غیر معمولی انعامات ممکن ہو سکتے ہیں۔ محمد امین بچھ اپنے ایک خط میں بشیر احمد نحوی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''وہ خوبرو جواں، عزیز القدر بشیر احمد نحوی ہیں جس نے میرا دل موہ لیا ہے۔ وہ علم و فضل کی وادی کے ایسے جادہ پیما ہیں کہ ایک اونچے منبرِ فضل پر فائز ہو رہے ہیں۔ مجدد وقت علامہ اقبال کو جو بصیرت بقدر تام حاصل ہوا تھا۔ کیسے صرف لاالٰہ الااللہ پر ایمان کامل اور عشق محمد ﷺ کا مکمل فدائی ہونے سے، ایسے مکمل عشق سے کہ وہ بڑے ایمان و ایقان سے کہ اُٹھا:

قوتِ قلب و جگر گردد نبی
از خدا محبوب تر گردد نبی

اقبال نے دُعا کی:

خدایا! آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے

یہ دُعا مستجاب ہوئی اور بشیر احمد نحوی جیسے جوان معرض وجود میں آئے، جن کا دل اقبال کی آہِ سحر اور اس کے نورِ بصیرت سے زندہ و منور ہے"۔(۵۰)

بشیر احمد نحوی کو یوں تو بہت سے اعزازات سے نوازا گیا۔ ڈاکٹر وسیم اقبال نحوی رقم طراز ہیں:۔

1. بشیر احمد نحوی کو آئی۔ ناگ ڈگری کالج میں 29 نومبر، 2011ء میں فصاحت و بلاغت میں پہلی پوزیشن سے نوازا گیا۔
2. بشیر احمد نحوی نے بہت سے انٹر کالج مباحثوں میں نقد انعام حاصل کئے۔
3. بشیر احمد نحوی نے اُردو اکادمی کشمیر سے جموں کشمیر کے لئے اُردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج میں نمایاں خدمات پر ایوارڈ حاصل کیا۔
4. بشیر احمد نحوی کو اسلامک ریلیف اینڈ ریسرچ ٹرسٹ کی جانب سے تمغا اور سند برائے تعلیمی امداد سے بھی نوازا گیا۔
5. بشیر احمد نحوی کو اقبال فاؤنڈیشن کشمیر کی جانب سے اقبالیاتی خدمات پر میڈل عنایت کیا گیا۔(۵۱)

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کے فرزند ڈاکٹر وسیم اقبال نحوی ممبر شپس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:۔

1. پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی نے یونی ورسٹی آف کشمیر کے ممبر کی حیثیت سے یونی ورسٹی کی کئی کمیٹیوں میں فہم و فراست کے ساتھ زبردست انداز میں کام کیا۔ وہ گولڈ میڈل کمیٹی، اشاعتی کمیٹی، ترقی اُردو کمیٹی اور علامہ اقبال کمیٹی کے ممبر کے طور پر فرائض سر انجام دیتے رہے ہیں۔
2. وائس چانسلر کی جانب سے ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کو ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کے مختلف پروگرامز کا وائیوا (Viva-Voce) منعقد کرانے کے لیے نامزد کیا گیا۔ انھوں نے اس ذمہ داری کو احسن انداز سے پورا کیا ہے۔
3. ڈویژنل کمشنر کشمیر کے حکم نمبر Div Com/Dev/223/2956 بتاریخ 13 جنوری، 2011ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کو کمیٹی برائے ترقی اُردو کا ممبر بنایا گیا ہے۔(۵۲)

ڈاکٹر وسیم اقبال نحوی رقم طراز ہیں:۔

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی نے گزشتہ دس سال سے ڈائریکٹوریٹ آف ڈسٹنس ایجوکیشن پروگرام (Directorate of Distance Education Programme) کے ریسورس پرسن کی حیثیت سے کام کیا۔ ان کی خدمات مثالی ہیں۔ بشیر احمد نحوی نے 2005ء سے 2011ء تک بطور ریسورس پرسن اکیڈمک اسٹاف کالج کے لیے گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔(۵۳)

ڈاکٹر وسیم اقبال نحوی اپنے والد پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جہاں تک میرا تعلق ہے تو بچپن سے ہی مجھے والد محترم کی زیر نگرانی کلام اقبال کو سمجھنے اور ان کے افکار سے متعارف ہونے کا موقع ملا۔ میں یہ بات بلا تکلف کہنا چاہتا ہوں کہ اقبال کے ساتھ محبت اور

وابستگی کا جذبہ مجھے والد محترم سے ہی ملا ہے۔ میرے دادا جان مولانا غلام حسن نحوی بھی شیدائی اقبال ہیں اور انھوں نے اقبال کی مداح میں ایک شاہکار نظم بھی تحریر کی ہے۔ اسی جذبہ کی آبیاری کرتے ہوئے راقم نے بھی اقبالیات کو موضوع بنا کر پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور اقبال کے پیام کو عام کرنے میں سر گرم عمل ہوں۔ راقم کے برادر اصغر نے بھی اقبالیات کو ہی موضوع بنا کر پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی"۔(۵۴)

اقبالؔ پر ادبی اور تحقیقی عمل کا سلسلہ برابر جاری ہے اور نت نئے گوشوں سے فکرِ اقبال کو فروغ دیا جارہا ہے۔ کثیر الجہات شخصیات کی یہی ایک خوبی ہوتی ہے کہ زمانہ جس قدر آگے بڑھتا ہے، اسی قدر اُن شخصیات کے اثرات پھیلتے چلے جاتے ہیں جس کی مثال پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی ہیں جو ریڈیو پروگرام اور ٹیلی ویژن پروگرام کے ذریعے فکرِ اقبال کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ بشیر احمد نحوی کی تقرری بطور اسسٹنٹ "دُوردرشن" کے پروگرام سری نگر میں ہوگئی۔ ان کی وجہ سے پروگرام کو بہت شہرت ملی اور بشیر احمد نحوی کو بہت عزت و تکریم سے نوازا گیا۔ انھوں نے اتنے زیادہ پروگرام کیے کہ ہر کوئی ان کے نام سے واقف ہو گیا۔ اس طرح ان کی نیک نامی اور شہرت میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ ڈاکٹر بدر الدین رقم طراز ہیں:

"بشیر احمد نحوی ایم۔ فل اقبالیات کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد دُوردرشن ٹیلی ویژن پروگرام میں بہ طور اسسٹنٹ پروڈیوسر تعینات ہو گئے۔"(۵۵)

"دُوردرشن" ٹیلی ویژن پروگرام کی نوکری کے دوران بشیر احمد نحوی کا کشمیر یونی ورسٹی سری نگر کے شعبۂ اقبالیات کے پی ایچ۔ ڈی اقبالیات پروگرام میں داخلہ ہوا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر بدر الدین بٹ لکھتے ہیں:

"1989ء میں عام روش سے ہٹ کر بشیر احمد نحوی نے دُوردرشن کی مسحور کن (Glamorous) ملازمت ترک کر کے کشمیر یونی ورسٹی کے شعبۂ اُردو کی لیکچرر شپ قبول کی۔"(۵۶)

بشیر نحوی نے دوردرشن میں کئی سالوں تک اپنے فرائض سر انجام دیے اور اپنی علمی و ادبی لیاقت کا لوہا منوایا۔ تحقیق و تدوین کے ساتھ والہانہ ذوق و شوق اور خاص طور پر اقبالیات سے فرطِ محبت کی وجہ سے بشیر احمد نحوی کو دوردرشن کی نوکری کو خیر باد کہنا پڑا۔ بشیر نحوی کو اقبالیات میں بہت زیادہ دل چسپی ہے بل کہ یوں کہیے عشق ہے۔ اس وجہ سے انھوں نے "دُوردرشن" پروگرام سے بھی ایک سال کی رُخصت لے لی۔(۵۷) بشیر نحوی ملازمت کے دوران بھی تحقیق و تدوین کے سلسلے کو جاری رکھے ہوئے تھے اور "دوردرشن" ٹیلی ویژن پروگرام سے ایک برس کی رُخصت لے کر یونی ورسٹی میں با قاعدہ طور پر پی ایچ۔ ڈی اقبالیات کی تکمیل کے لیے داخلہ لے لیا۔ انھوں نے پروفیسر آل احمد سرور اور ضیاء الحسن فاروقی کی مشترکہ نگرانی میں اپنا تحقیقی مقالہ ضبط تحریر میں لا کر جون 1988ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حصول سے میں کامیاب ہوئے۔(۵۸) ڈاکٹر بشیر احمد نحوی اکثر ٹیلی ویژن پروگرام میں کہتے کہ وہ فکرِ اقبال سے وابستہ ان چراغوں کی روشنی اور گرمی کی ترسیل کرتے ہیں جو نہ ختم ہونے والی اور نہ ہی مدھم پڑنے والی روشنی ہے۔ اقبال، ہماری روحانی، فکری اور روحانی سر گرمیوں کا وہ طاقت ور مرکز ہے جس کے ساتھ بے شمار لوگوں کی وابستگی بھی ہے اور عقیدت بھی۔

> "پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے مختلف پروگرام میں گذشتہ تیس سال سے شریک ہوتے رہے ہیں۔ اُنھوں نے درجنوں اُردو تعلیمی پروگرام ریاست بھر میں نشر اور ٹیلی کاسٹ کیے۔" (۵۹)

بشیر احمد نحوی ایک کالم نویس کی حیثیت سے بھی اپنی ایک امتیازی شان رکھتے ہیں۔ وہ آئے دن کسی نہ کسی موضوع، مسئلہ، شخصیت، تجربہ پر لب کشائی کرتے ہیں۔ ان کے مضامین میں عصری دَور کے معاشی، سماجی، سیاسی اور معاشرتی بالادستی اور اقوام عالم پر ظلم و ستم، ناانصافی اور حق تلفی کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتے ہوئے انسانیت پرستی، اُخوت، احترام آدمیت، متوازن تقسیم دولت، تزکیہ نفس و قلب و ذہن اور ارتفاع اقدار کے عظیم اُصولوں کی ترجمانی کا جامع درس ملتا ہے۔ ان کے مضامین کے فکری پہلو کی اساس قرآن و سنت کے علاوہ علامہ محمد اقبال کے فلسفے میں ہے۔ ان ہی کی روشنی میں بشیر احمد نحوی اپنے خام مال کو دو آتشہ کر دیتے ہیں۔ مختصراً اُن کی ہر آہ اور واہ میں اقبال بسا ہوا ہے اور یہی ان کی پہچان بھی ہے۔ بشیر احمد نحوی کی علمی و ادبی اور اقبالیات خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔ اُنھوں نے ہمیشہ نئے تخلیق کاروں، ادیبوں اور اقبال شناسوں کی حوصلہ افزائی کی اور ریاست مقبوضہ کشمیر اور ملک کے تمام اقبال شناسوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ اپنی اقبالیات کے حوالے سے تخلیقات مختلف اخبارات اور رسائل میں چھپوائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ عاشقانِ اقبال ان تخلیقات سے مستفید ہوں۔ بشیر نحوی کے مضامین و کالم زندگی کے مختلف شعبہ ہائے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے کالم لکھنے کا مقصد وقت گذاری نہیں کیا بلکہ وہ معاشرے کے سدھار اور اس کی خوش حالی میں اپنا حصّہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کی طبیعت صاف گو، پاکیزہ دل اور مخلص انسان ہیں۔ شاید ہی اُنھوں نے کسی کی تنقیص یا تنقید کی ہو۔ اپنے مضامین یا کالموں میں جہاں وہ تعلیمی معیار کی گراوٹ کا رونا روتے ہیں اور تعلیمی سربراہان کو آڑے ہاتھوں لیتے ہیں وہیں اُنھیں اپنے قیمتی مشوروں سے بھی مستفید فرماتے ہیں۔ اُن کے کالم پڑھتے ہوئے قاری کے دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس دُنیا میں فضول پیدا نہیں کیا گیا بلکہ دوسروں کے کام آنے کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔ ان کے ادبی و اصلاحی کالموں کی ہر طرف سے پذیرائی ہو رہی ہے۔ زمانہ طالب علمی ہی سے بشیر احمد نحوی کے بعض مضامین اس وقت کے مشہور و مقبول "روزنامہ آفتاب" میں چھپتے رہے۔ مزید اپنے ادبی ذوق کو نکھارنے میں کالج میگزین نے سہارا فراہم کیا۔

> "بشیر احمد نحوی نے کالج میگزین "ویری ناگ" کی ادارت کی اور بڑی سرگرمی سے اپنے جوہر دکھائے۔ اُنھوں نے گزشتہ بیس سال سے ریاست کے کثیر الاشاعتی اخبارات اُردو روزنامہ "کشمیر عظمیٰ" اور "روزنامہ آفتاب" میں 500 سے زائد مضامین شایع کرائے۔" (۶۰)

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی نے اقبالیاتی ادب اور تحقیق کے میدان میں متعدد اہم کتب پر دیباچے، پیش لفظ اور تقاریظ تحریر کی ہیں، جو ان کی علمی بصیرت اور اقبالیات سے گہری وابستگی کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان میں ڈاکٹر بدر الدین بٹ کی کتاب "اقبال اور عالم عربی" (2007ء) کے لیے پیش لفظ، سیار محمد سید قادری کی "اقبال اور نظریہ خودی" (1991ء) کے لیے پیش گفتار، حکیم منظور کی "اقبال ایک تذکرہ" (2000ء) کے لیے پیش گفتار، پروفیسر قدوس جاوید کی "اقبال کی عظیقیہ" (2007ء) کے لیے حرفِ آغاز اور معید الظفر کی "تہذیبی تصادم اور فکر اقبال" (2004ء) کے لیے حرفِ تحسین شامل ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر ریاض توحیدی کشمیری کی "جہانِ اقبال" (2010ء) کے لیے تقریظ، پروفیسر سید حبیب کی "راز الوند" (2002ء) کے لیے سرنامہ،

ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی کی "نظریہ اجتہاد اور اقبال" (2003ء) کے لیے پیش گفتار اور ڈاکٹر بدر الدین بٹ کی ہی ایک اور تصنیف "جامعۂ کشمیر اور اقبالیات" (2009ء) کے لیے بھی تقریظ تحریر کی گئی۔ یہ تمام تحریری خدمات ان کے علمی قد، تحقیقی بصیرت اور علامہ اقبال کے فکر و فلسفے سے وابستگی کو نمایاں کرتی ہیں۔

بشیر احمد نحوی ایک ہر دلعزیز معلم اور ایک مقبول نگران کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ انھوں نے معلمی کا پیشہ اپنی پسند، جذبۂ افادیت، لگن اور شعری جذبے کے تحت اختیار کیا۔ اسی وجہ سے ان کا پڑھایا ہوا ہر لفظ ان کے شاگردوں کے دلوں پر نقش ہو جاتا ہے۔ یعنی استاد اگر محبت سے سبق پڑھائے تو سکول سے بھاگنے والا بچہ چھٹی کے دن بھی استاد کی کشش و محبت سے کھنچا چلا آئے گا۔ پروفیسر نحوی کی ساری معلمانہ زندگی اس شعر کی زندہ تفسیر ہے۔ ان کی نگرانی میں جن دو درجن اسکالرز نے تحقیق کا کام مکمل کر کے اسناد حاصل کیں وہ سب ان کے تبحر علمی، شفقت و محبت اور عالی ظرفی کے نہ صرف قائل ہیں بل کہ اس بات کے بھی معترف ہیں کہ ان کی ذہنی نشوونما اور کامیابی میں اُن کی شخصیت کارفرما ہے۔

مقبوضہ کشمیر کے فکری، ادبی اور تہذیبی تناظر میں فکرِ اقبال کی ترویج و اشاعت کے عمل کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کی علمی و فکری خدمات کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ اس مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ محمد اقبال کا فکری پیغام محض ایک ادبی یا فلسفیانہ نظامِ فکر نہیں بل کہ ایک ہمہ گیر فکری تحریک ہے، جو غلامی، جمود اور فکری انحطاط کے خلاف جدوجہد کا شعور عطا کرتی ہے۔ مقبوضہ کشمیر جیسے سیاسی طور پر حساس اور فکری طور پر آزمائش زدہ خطے میں اقبال کی فکر کو زندہ رکھنا اور نئی نسل تک منتقل کرنا ایک بڑا علمی و تہذیبی فریضہ تھا، جسے بشیر احمد نحوی نے نہایت دیانت داری اور بصیرت کے ساتھ ادا کیا۔ بشیر احمد نحوی کی علمی کاوشوں کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے فکرِ اقبال کو محض شرح و تفسیر تک محدود نہیں رکھا بل کہ اسے کشمیری معاشرے کے سماجی، اخلاقی اور فکری مسائل سے جوڑ کر پیش کیا۔ ان کے ہاں اقبال کا تصورِ خودی، حریتِ فکر، ایمانی حرارت اور عملِ مسلسل کشمیری عوام کے اجتماعی شعور کی تشکیل کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریریں محض خواص تک محدود نہیں رہیں بل کہ علمی حلقوں، طلبہ اور عام قارئین میں بھی مقبول ہوئیں۔ اس مقالے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بشیر احمد نحوی نے مقبوضہ کشمیر میں اقبال شناسی کی روایت کو مضبوط بنیادیں فراہم کیں۔ ان کی تحقیقی تحریریں، تنقیدی مقالات، علمی مجالس میں شرکت اور ادارہ جاتی سطح پر خدمات نے اقبال کے فکری پیغام کو ایک منظم علمی ڈسپلن کی صورت دی۔ انہوں نے اقبال کو صرف ایک شاعر یا مفکر کے طور پر نہیں بل کہ ایک ہم عصر رہنما اور فکری معمار کے طور پر متعارف کرایا، جس کی فکر آج بھی زندہ، متحرک اور رہنمائی فراہم کرنے والی ہے۔ مزید برآں، بشیر احمد نحوی کی خدمات اس اعتبار سے بھی اہم ہیں کہ انہوں نے مشکل سیاسی حالات کے باوجود فکری مزاحمت اور تہذیبی خود آگاہی کا چراغ روشن رکھا۔ ان کی تحریروں میں امید، خود اعتمادی اور مستقبل پر یقین کی جھلک نمایاں ہے، جو براہِ راست فکرِ اقبال سے ماخوذ ہے۔ اس طرح وہ اقبال کے فکری وارث بھی نظر آتے ہیں اور ان کے پیغام کے موثر ترجمان بھی۔ آخر میں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مقبوضہ کشمیر میں فکرِ اقبال کی بقا، ترویج اور فکری تسلسل میں بشیر احمد نحوی کا کردار نہایت مؤثر، دیرپا اور قابلِ قدر ہے۔ ان کی علمی و فکری خدمات آئندہ نسلوں کے لیے ایک مستند حوالہ اور اقبال شناسی کے میدان میں ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ یہی خدمات انہیں کشمیری اقبال شناسی کی روایت میں ایک نمایاں اور باوقار مقام عطا کرتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ جگن ناتھ آزاد، پروفیسر، "اقبال اور آزاد کشمیر"، (لاہور: مکتبہ علم و دانش، ۱۹۹۳ء)، ص: ۱۷

۲۔ محمد اسد اللہ وانی، ڈاکٹر، "جموں کشمیر میں اقبالیات کا جائزہ"، مشمولہ: "اقبالیات کا تنقیدی جائزہ" از محمد امین اندرابی، (سری نگر: اقبال انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۹ء)، ص: ۱۷۰

۳۔ بشیر احمد نحوی، ڈاکٹر، "اقبال عرفان کی آواز"، (بجبہاڑہ کشمیر: ادارہ ترقی علم و ادب، نحوی منزل، ۲۰۰۲ء)، ص: ج

۴۔ ایضاً، ص: ج

۵۔ بدر الدین بٹ، ڈاکٹر، جامعۂ کشمیر اور اقبالیات، (سری نگر: مخدومی پرنٹرز، فروری ۲۰۰۹ء)، ص: ۱۲۷

۶۔ پیر نصیر احمد عازم، ڈاکٹر، پروفیسر، "کشمیر میں اقبال شناسی کا سفر"، (کشمیر: میزان پبلشرز، ۲۰۱۲ء)، ص: ۱۲۱ تا ۱۲۲

۷۔ بشیر احمد نحوی، ڈاکٹر، "اقبال عرفان کی آواز"، (بجبہاڑہ کشمیر: ادارہ ترقی علم و ادب، نحوی منزل، ۲۰۰۲ء)، ص: ج

۸۔ بذریعہ واٹس ایپ، ۲۴ اپریل ۲۰۲۳ء، بمطابق سوموار، صبح ۰۹:۰۲ بجے، از ڈاکٹر وسیم اقبال نحوی، بجبہاڑہ، سری نگر، مقبوضہ کشمیر

۹۔ توحیدی، ریاض، "جہان اقبال"، (سری نگر: میزان پبلشرز، ۲۰۱۰ء)، ص: ۱۶۴

۱۰۔ مجلّہ "اقبالیات"، شمارہ ۱۷، مرتبہ: بشیر احمد نحوی، ص: ۲

۱۱۔ مجلّہ "اقبالیات"، شمارہ نمبر ۱۸، مرتبہ: بشیر احمد نحوی، ص: ۵

۱۲۔ مجلّہ "اقبالیات"، شمارہ ۱۹، مرتبہ: بشیر احمد نحوی، ص: ۱۳

۱۳۔ مجلّہ "اقبالیات"، شمارہ ۱۹، مرتبہ: بشیر احمد نحوی، ص: ۱۳

۱۴۔ بشیر احمد نحوی، پروفیسر، ڈاکٹر، پیش لفظ، مشمولہ: "اقبالیات"، شمارہ ۲۱، سری نگر، نومبر ۲۰۱۱ء، ص: ۱

۱۵۔ مجلّہ "اقبالیات"، شمارہ ۱۵، مرتبہ: بشیر احمد نحوی، مارچ ۲۰۰۳، ص: ۱

۱۶۔ بشیر احمد نحوی، ڈاکٹر، "اقبالیات ۔۔۔ گزشتہ دس سال"، ص: ۱۶۲

۱۷۔ پیر نصیر احمد، پروفیسر، "کشمیر میں اقبال شناسی کا سفر"، (کشمیر: میزان پبلشرز، ۲۰۱۲ء)، ص:۳۶

۱۸۔ حارث حمزہ لون، ڈاکٹر، "اقبال انسٹی ٹیوٹ آف کلچر اینڈ فلاسفی کشمیر کی اقبالیاتی خدمات"، (نئی دہلی: کریٹیو اسٹار پبلی کیشنز، دسمبر ۲۰۲۰ء)، ص:۱۰۰

۱۹۔ "اقبالیات"، شمارہ نمبر ۲۱، نومبر ۲۰۱۲ء، سری نگر، ص:۱

۲۰۔ ریاض توحیدی، ڈاکٹر، "جہانِ اقبالؒ"، (سری نگر: میزان پبلشرز، ۲۰۱۰ء)، ص:۱۶۵

۲۱۔ ایضاً، ص:۱۶۶

۲۲۔ حارث حمزہ لون، ڈاکٹر، "اقبال انسٹی ٹیوٹ آف کلچر اینڈ فلاسفی کشمیر کی اقبالیاتی خدمات"، ص:۱۰۸

۲۳۔ بذریعہ واٹس ایپ، ۱۵ فروری ۲۰۲۳ء، بمطابق بدھ، صبح ۱۰:۴۰ بجے، از ڈاکٹر وسیم اقبال نحوی، بجبہاڑہ، سری نگر، مقبوضہ کشمیر

۲۴۔ ریاض توحیدی، ڈاکٹر، "جہانِ اقبال"، (سری نگر: میزان پبلشرز، ۲۰۱۰ء)، ص:۱۶۵

۲۵۔ فیض قاضی آبادی، ڈاکٹر، مرتب، "پروفیسر بشیر احمد نحوی قدم بہ قدم منزل بہ منزل"، (سری نگر: ٹی۔ ایف۔ سی، سنٹر گاؤکدل، ۲۰۲۰ء)، ص:۸۵

۲۶۔ ریاض توحیدی، ڈاکٹر، "جہانِ اقبال"، (سری نگر: میزان پبلشرز، ۲۰۱۰ء)، ص:۱۶۶

۲۷۔ بشیر احمد نحوی، ڈاکٹر، مرتب، "ارمغان نحوی"، (بجبہاڑہ کشمیر: ادارہ ترقی علم وادب، ۲۰۰۷ء)، ص:۲۹۳-۲۹۲

۲۸۔ فیض قاضی آبادی، ڈاکٹر، مرتب، "پروفیسر بشیر احمد نحوی قدم بہ قدم منزل بہ منزل"، ص:۱۹

۲۹۔ بدر الدین بٹ، ڈاکٹر، جامعۂ کشمیر اور اقبالیات، (سری نگر: مخدومی پرنٹرز، فروری ۲۰۰۹ء)، ص:۳۴۲

۳۰۔ ایضاً، ص:۳۴۳

۳۱۔ ایضاً، ص:۳۴۳

۳۲۔ ایضاً، ص:۳۴۴

۳۳۔ ایضاً، ص:۳۴۶

۳۴۔ ایضاً، ص:۳۴۷

۳۵۔ ایضاً، ص:۳۵۰

۳۶۔ ایضاً، ص:۳۵۳

۳۷۔ ایضاً، ص:۳۵۳

۳۸۔ ایضاً، ص:۳۵۹

۳۹۔ ایضاً، ص:۳۶۳

۴۰۔ ایضاً، ص:۳۶۳

۴۱۔ ایضاً، ص:۳۶۵

۴۲۔ ایضاً، ص:۳۷۲

۴۳۔ ایضاً، ص:۳۷۲

۴۴۔ ایضاً، ص:۳۸۱

۴۵۔ ایضاً، ص:۳۹۲

۴۶۔ ایضاً، ص:۳۹۲

۴۷۔ ایضاً، ص:۳۹۴

۴۸۔ ایضاً، ص:۴۰۳

۴۹۔ پیر نصیر احمد، پروفیسر، "کشمیر میں اقبال شناسی کا سفر"، (کشمیر: میزان پبلشرز، ۲۰۱۲ء)، ص:۲۶

۵۰۔ بشیر احمد نحوی، ڈاکٹر / غلام رسول ملک، "بیادِ خواجہ محمد امین بچھ"، (سری نگر: اقبال اکیڈمی، جون ۱۹۹۴ء)، ص:۲۶-۲۵

۵۱۔ بذریعہ برقی مراسلہ، مورخہ ۲۴ فروری ۲۰۲۲ء، بمطابق جمعہ، رات ۹:۰۳ بجے، از پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی، بجبہاڑہ، سری نگر، مقبوضہ کشمیر

۵۲۔ بذریعہ برقی مراسلہ، مورخہ ۲۴ فروری ۲۰۲۲ء، بمطابق جمعہ، رات ۹:۰۳ بجے، از پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی، بجبہاڑہ، سری نگر، مقبوضہ کشمیر

۵۳۔ بذریعہ برقی مراسلہ، مورخہ ۲۴ فروری ۲۰۲۲ء، بمطابق جمعہ، رات ۹:۰۳ بجے، از پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی، بجبہاڑہ، سری نگر، مقبوضہ کشمیر

۵۴۔ بذریعہ برقی مراسلہ، مورخہ یکم فروری ۲۰۲۲ء، بمطابق بدھ، رات ۹:۴۰ بجے، از ڈاکٹر وسیم نحوی، بجبہاڑہ، سری نگر، مقبوضہ کشمیر

۵۵۔ بدر الدین بٹ، ڈاکٹر، "جامعۂ کشمیر اور اقبالیات"، (سری نگر: مخدومی پرنٹر، فروری ۲۰۰۹ء)، ص:۵۱۶

۵۶۔ ایضاً، ص:۵۱۷

۵۷۔ ایضاً، ص:۵۱۶

۵۸۔ ایضاً، ص:۵۱۶

References:

1. Jagan Nath Azad, Professor, "Iqbal aur Azad Kashmir", (Lahore: Maktaba Ilm-o-Danish, 1993), p. 17
2. Muhammad Asadullah Wani, Dr., "Jammu Kashmir mein Iqbaliyat ka Jaiza", included in: "Iqbaliyat ka Tanqeedi Jaiza" by Muhammad Amin Indrabi, (Srinagar: Iqbal Institute, 1999), p. 170
3. Bashir Ahmad Nawi, Dr., "Iqbal Irfan ki Aawaz", (Bijbehara Kashmir: Idara Taraqqi Ilm-o-Adab, Nawi Manzil, 2002), p. j
4. Ibid., p. j
5. Badr-ud-Din Butt, Dr., "Jamiya Kashmir aur Iqbaliyat", (Srinagar: Makhdoomi Printers, February 2009), p. 127
6. Pir Naseer Ahmad Aazim, Dr., Prof., "Kashmir mein Iqbal Shanasi ka Safar", (Kashmir: Mizan Publishers, 2012), pp. 121–122

7. Bashir Ahmad Nawi, Dr., "Iqbal Irfan ki Aawaz", (Bijbehara Kashmir: Idara Taraqqi Ilm-o-Adab, Nawi Manzil, 2002), p. j
8. Via WhatsApp, 24 April 2023, Monday 09:02 AM, from Dr. Wasim Iqbal Nawi, Bijbehara, Srinagar, Occupied Kashmir
9. Riyaz Tohidi, Dr., "Jahan-e-Iqbal", (Srinagar: Mizan Publishers, 2010), p. 162
10. Journal "Iqbaliyat", Issue 17, compiled by Bashir Ahmad Nawi, p. 2
11. Journal "Iqbaliyat", Issue 18, compiled by Bashir Ahmad Nawi, p. 5
12. Journal "Iqbaliyat", Issue 19, compiled by Bashir Ahmad Nawi, p. 12
13. Journal "Iqbaliyat", Issue 19, compiled by Bashir Ahmad Nawi, p. 12
14. Bashir Ahmad Nawi, Prof. Dr., Preface, included in: "Iqbaliyat", Issue 21, Srinagar, November 2011, p. 1
15. Journal "Iqbaliyat", Issue 15, compiled by Bashir Ahmad Nawi, March 2003, p. 1
16. Bashir Ahmad Nawi, Dr., "Iqbaliyat… Guzishta Das Saal", p. 162
17. Pir Naseer Ahmad, Prof., "Kashmir mein Iqbal Shanasi ka Safar", (Kashmir: Mizan Publishers, 2012), p. 36
18. Haris Hamza Lone, Dr., "Iqbal Institute of Culture and Philosophy Kashmir ki Iqbaliyati Khidmaat", (New Delhi: Creative Star Publications, December 2020), p. 100
19. "Iqbaliyat", Issue 21, November 2012, Srinagar, p. 1
20. Riyaz Tohidi, Dr., "Jahan-e-Iqbal", (Srinagar: Mizan Publishers, 2010), p. 165
21. Ibid., p. 166
22. Haris Hamza Lone, Dr., "Iqbal Institute of Culture and Philosophy Kashmir ki Iqbaliyati Khidmaat", p. 108
23. Via WhatsApp, 15 February 2023, Wednesday 10:40 AM, from Dr. Wasim Iqbal Nawi, Bijbehara, Srinagar, Occupied Kashmir
24. Riyaz Tohidi, Dr., "Jahan-e-Iqbal", (Srinagar: Mizan Publishers, 2010), p. 165
25. Faiz Qaziabadi, Dr., compiled, "Professor Bashir Ahmad Nawi Qadam Ba Qadam Manzil Ba Manzil", (Srinagar: T.F.C., Centre Gow Kadal, 2020), p. 85
26. Riyaz Tohidi, Dr., "Jahan-e-Iqbal", (Srinagar: Mizan Publishers, 2010), p. 166
27. Bashir Ahmad Nawi, Dr., compiled, "Armaghan Nawi", (Bijbehara Kashmir: Idara Taraqqi Ilm-o-Adab, 2007), pp. 292–293
28. Faiz Qaziabadi, Dr., compiled, "Professor Bashir Ahmad Nawi Qadam Ba Qadam Manzil Ba Manzil", p. 19
29. Badr-ud-Din Butt, Dr., "Jamiya Kashmir aur Iqbaliyat", (Srinagar: Makhdoomi Printers, February 2009), p. 342
30. Ibid., p. 343
31. Ibid., p. 343